بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پھولا پھلا ہوا ہے گلستان نقشبند　　تازہ بہار پر ہے نہال ابو العلا

[حضرت محسنؔ داناپوری]

تاریخی پسِ منظر

خانقاہ سجّادیہ ابوالعلائیہ، داناپور



مُرتبہ :-

خاکپائے درویشاں

سیف اللہ ابوالعلائی

سجادہ نشین، خانقاہ سجادیہ ابوالعلائیہ

محلہ۔ شاہ ٹولی، ڈاک خانہ۔ داناپور کینٹ، ضلع۔ پٹنہ، بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

کیف و حال

ناظرین کرام کی خدمات میں بعد سلام مسنون عرض ہے کہ ایک طویل عرصہ سے مریدین و متوسلین اور مخلصین و احباب کی جانب سے اصرار ہو رہے تھے کہ خانقاہ سجادیہ ابو العلائیہ داناپور جیسی قدیم خانقاہ کے زیر سایہ جو شجرہ بہ سلسلۂ بیعت عطاء کیا جاتا ہے اُسے جدید اشاعت کے ساتھ ساتھ خانقاہ مذکورہ کے تاریخی پس منظر کے پیش نظر معلومات کے لئے منظر عام پر لایا جائے۔

میری اَدنیٰ سعی اُسی جذبات اور خیالات کی عکاسی ہے۔ میں نے عام فہم زبان میں اس پر روشنی ڈالنے کی ناتواں کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعادت کو قبول فرمائے۔ مجھے خانقاہ شریف کے تاریخی پسِ منظر کا خیال جب ذہن میں آتا ہے تو جدِ امجد حضرت حاجی شاہ محمد اکبر داناپوری رحمۃ اللہ علیہ کا وہ شعر یاد آتا ہے جو آپکی مطبوعہ دیوان تجلیاتِ عشق کی صفحہ ۳۱۲ پر اس طرح ہے :-

اکبر کے گھر کا آپ نشاں پوچھتے ہیں کیا
اس بینوا فقیر کی وہ خانقاہ ہے

حضرت جدِ امجد کا دوسرا شعر جو آپ کے مطبوعہ دیوان جذباتِ اکبر کا ہے۔ وہ تو داناپور کی اِس آبائی اور قدیمی تاریخی پس منظر کی عکاسی کرتا ہے۔ ناظرین کرام از راہِ دلچسپی سماعت فرمائیں :-

جو داناپور اِک بستی ہے، مشہور
وہ ہو ایمان کے انوار سے پُر نور
یہیں ہے خانقاہ بوالعلائی
بڑی دولت ہے اس بستی نے پائی

میں نے اپنے آباواجداد کی مختلف تصانیف کا جو کچھ مطالعہ کیا ہے یا اپنے مُرشدی حضرت حاجی شاہ محمد ظفر سجاد رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے سنا ہے اُسے بطور یادگار ضبطِ تحریر لانے کی کوشش کی ہے۔

تاریخ کی روشنی میں اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ جن مقاصد کے حصول کے لئے خانقاہیں وجود میں آئیں اور بزرگانِ دین وصوفیائے کرام نے تزکیۂ نفس کی جو اصول تعلیم عطا کیا اور سماجی، اصلاحی، ثقافتی، دینی اور اخلاقی قدروں کی گراں قدر خدمات سے پورے معاشرے کو نوازا، وہ ایک ناقابلِ فراموش احسان ہے۔ دنیاوی عیش وآرام اور تخت وتاج کو چھوڑ کر ان دلق پوشوں نے سنگ لاخ زمینوں کو پسند فرمایا اور اللہ کے بندے جوق در جوق اِن روحانی ونورانی قافلے میں شامل ہوتے گئے۔ عاشقِ رسولؐ حضرتِ جامیؔ رحمۃ اللہ علیہ جیسی باکمال ہستی کا یہ مبارک شعر اس بات کی عکاسی کرتا ہے۔

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہ :x: کہ در وے بوَد قیل و قالِ محمدؐ

چینی سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں دنیا کے کئی ممالک میں موجود خانقاہوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ ملک عراق کی ایک خانقاہ کا منظر اُس نے اپنی نظروں سے دیکھا اور غربا ومساکین اور ضرورت مندوں کو لنگر تقسیم ہونے کا تذکرہ بھی کیا۔ خانقاہوں کے یہ بوریہ نشیں نفوسِ قدسیہ خود ایک انجمن تھے۔ جن کی شمع جمال

سے ہر فکر و نظر کے قلب و جگر منوّر ہوتے رہے۔

بہت لگتا ہے جی محفل میں اُن کی :×: وہ اپنی ذات سے اک انجمن ہیں

تاریخی پس منظر میں حضرات صوفیائے کرام کی ان خانقاہوں اور اُن کے کیف و حال کا مشاہدہ کیا جائے تو حقائق خود بخود روشن ہوتے ہیں کہ ان بوریہ نشینوں کی روحانی و نورانی عظمتوں کا یہ عالم ہے کہ اللہ کے بندے ان کے حلقہ بگوشاں گردش کررہے ہیں اور ان کی بے پناہ خدمات و قربانی اور مجاہدے کو بھلا کون بھلا سکتا ہے۔ ان کی روحانیت کی جلوہ گری آج بھی اظہر من الشمس ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ ان اللہ والوں نے مردہ دلوں کو زندہ کیا اور روحانی تعلیمات و خلق اللہ کی رُشد و ہدایت کا ایسا سلسلہ جاری کیا جو آفتاب کی طرح روشن ہے۔ ان نفوسِ قدسیہ کے ناقابل فراموش کارنامے اور مبارک تعلیمات ہماری بے چین زندگی میں آج بھی مشعلِ راہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان برگزیدہ ہستیوں کی مبارک روش پر ثابت قدم رکھے۔ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ مجھے اپنے دادا حضرت حاجی سید شاہ محمد محسن ابو العلائی اور حضرت ابی و مرشدی رحمۃ اللہ علیہم کی خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور ان کی مبارک مجالس میں زانوئے ادب تہہ کرنے کا انمول لمحہ عطا ہوا۔ گوشۂ حیات بارکہ سے متعلق جو کیف و حال اور لیل و نہار اس کمترین نے دیکھا اور سنا ہے وہ میری ناتواں زندگی کی حسین ترین امانت ہیں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ان کی دعائیں اور فیضان آج بھی سایہ فگن ہیں۔ ان کے مبارک ارشادات و اقوال اور واقعات و حالات الحمد للہ حرف بہ حرف اس نحیف و ناتواں کے قلب و نظر میں محفوظ ہیں۔ مجھے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت حاصل ہے اور اجازت و خلافت بھی۔ میں نے جو روحانی لمحات و ماحول دیکھا ہے اُنہیں الفاظ میں

بیان کرنا مشکل ہے۔ میرے قلب و جگر کی جو کیفیت ہوتی ہے اُسے بھی ضبطِ تحریر کرنا دشوار ہے۔ آنکھیں نم ہوتی ہیں۔ اُن کی دعائیں شامل حال ہیں۔ اللہ کی بے شمار نعمتوں میں نیک اولاد نصیب ہونا بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ اُس کا شکر و احسان ہے کہ مجھے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں عطا کیا اور الحمد للہ سب نیک و صالح اور اچھی تعلیم و تربیت سے آراستہ ہیں۔ یہ اللہ کا کرم اور بزرگوں کی دعائیں ہیں۔

میں نحیف و کمزور ہو رہا ہوں اور میری صحت بھی تولہ ماشہ ہو رہی ہے۔ مجھے اپنی کم مائیگی کا بھی احساس ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے میری التجا ہے کہ اس نا اہل کو اپنی دعاؤں میں، یاد رکھیں گے۔ خاتمہ بالخیر ہو اور دونوں جہان میں اللہ کامیاب کرے۔ میری تمنا تو صرف یہی ہے کہ آنے والی نسلوں کے لئے یہ معلومات کے واسطے ایک روشنی کا مینار ثابت ہو اور عملی طور پر فائدہ حاصل کرنے کی علامت بنے۔ اس سعادت کو آبا و اجداد کی ارواح پاک کی نذر کرتا ہوں۔ ربِّ کریم درجۂ قبولیت عطا فرمائے۔

''دیکھتے ہی دیکھتے دُنیا سے میں اُٹھ جاؤں گا
دیکھتی کی دیکھتی رہ جائے گی دُنیا مجھے''

فقط

خالد امام ابو العلائی
متولی
خانقاہ سجادیہ ابو العلائیہ
شاہ ٹولی، دانا پور۔ پٹنہ
یکم رجب ۱۴۲۹ ہجری
مطابق ۱۸/ اگست ۲۰۰۳ء

موڑہ تالاب بہار شریف سے

خانقاہ سجّادیہ ابوالعلائیہ داناپور کی تاریخی نسبت

صدیاں گذریں جب مشہد مقدس سے نکل کر حضرت مخدوم لطیف الدین بندگی رحمۃ اللہ علیہ اپنے روحانی قافلہ کے ساتھ ہندوستان آئے اور ملتان ہوتے ہوئے دہلی میں حضرت شرف الدین بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں رہے اور مُرید ہوکر سلسلہ کے مجاز ہوئے۔ اُس کے بعد حضرت لطیف الدین بندگیؒ بہار شریف میں حضرت مخدوم الملک، شرف الدین بہاریؒ کی خدمت میں کچھ عرصہ تک رہے۔ پھر حضرت مخدوم الملک کی ایما سے، بہار شریف سے تقریباً ڈیڑھ کوس اُتر کی جانب ایک مقام پر قیام فرماتے ہوئے حضرت لطیف الدین بندگیؒ نے اپنے عصا مبارک کو زمین میں نصب کرتے ہوئے فرمایا: ''ایں مورا''۔ اسی جگہ آپ نے تالاب، مسجد اور خانقاہ کی تعمیر کی اور یہی جگہ بعد میں موڑہ تالاب کے نام سے مشہور ہوگئی۔ مشہور تاریخی کتاب کنز الانساب، کیفیت العارفین اور دیگر پرانی مطبوعہ کتابوں سے ان حالات پر روشنی ملتی ہے۔ ساتھ ہی اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ ان برگزیدہ ہستیوں نے اپنی روحانیت سے صرف معاشرے کی اصلاح ہی نہ کی بلکہ انسانی زندگی کے بگڑے ہوئے نقوش سنوار کر ایمان وعرفان کی شمع روشن کی اور اُس کی روشنی آج بھی باقی ہے۔

ہندوستان کی سرزمین میں بے شمار اولیائے کرام و بزرگانِ دین آسودہ ہیں اور ان نفوسِ قدسیہ کا فیضان جاری وساری آج بھی ہے۔ اسی طرح ہمارے صوبہ بہار کی خوش نصیبی ہے کہ یہاں کی خاک پاک سے بھی ایسی ایسی باکمال ہستیوں کا ظہور ہوا جن کے اخلاق و عادات، تزکیۂ نفس، مجاہدات اور روحانی تعلیمات نے بے شمار بندگانِ خدا کے قلوب سے تاریکیوں کو دور فرما کر ایمان کی شمع جلائی۔ آج وقت کا اہم

تقاضہ ہے کہ اُن روحانی تعلیمات کو گلے لگایا جائے۔ ان کی مبارک روش کو صحیح طور پر اپنے قلوب میں اُتارا جائے تاکہ ہمارے معاشرے سے جو گھن کی طرح ہمیں آہستہ آہستہ تباہ و برباد کر رہا ہے کرب و اضطراب دور ہو سکے اور ہم اپنی روش کی اصلاح کر کے دین و دنیا سجا سکیں، سنوار سکیں۔

واضح ہو کہ موڑہ تالاب کی بستی کو پانچ سو سال تک خوب عروج ہوا۔ یہاں کی خانقاہ کے سجادگان کا سلسلہ طریقہ قلندریہ چشتیہ تھا۔ راقم خالد امام کے پردادا حضرت حاجی شاہ محمد اکبر داناپوریؒ کی تصنیفات ''چراغ کعبہ'' مطبوعہ ۱۳۰۱ ہجری۔ ''خدا کی قدرت'' مطبوعہ ۱۳۰۵ ہجری۔ ''مولد فاطمی'' مطبوعہ ۱۳۰۷ ہجری اور دیگر مطبوعہ کتابوں میں موڑہ تالاب کی آبائی و قدیمی خانقاہ کے سجادگان کے تفصیلی حالات ملتے ہیں۔ نواب رُستم علی خاں صاحب، جاگیردار ریاست دھولپور، آگرہ کی تصنیف، نگار خانہ فقر مطبوعہ ۱۳۰۷ ہجری میں بھی موڑہ تالاب کی خانقاہ اور سجادگان سے داناپور کی خانقاہ سے آبائی و قدیمی نسبت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت شاہ بہاء الحق موڑوی حضرت شاہ تراب الحق موڑوی کے بڑے بھائی تھے جو عالم جید تھے اور روحانی کیفیات سے مالا مال تھے، موڑہ تالاب کی خانقاہ کے سجادہ تھے۔ راقم خالد امام کے پردادا حضرت شاہ محمد اکبر داناپوریؒ نے اپنی تصنیفات میں لکھا ہے کہ آپ کا مزار موڑہ تالاب میں ہے۔ آپ پر ہر وقت جذبی کیفیت طاری رہتی ہے۔ تجرد میں عمر بسر کی۔ شادی نہیں کیا۔ آپ کا وصال ۱۲۵۲ ہجری میں ہوا۔ حضرت شاہ بہاء الحق موڑوی نے وصال کے وقت وصیت فرمایا کہ: ''نور چشم محمد قاسم سلمہٗ میری جگہ سجادہ نشیں رہیں گے۔ وہ آگرہ سے آئیں تو یہ سجادہ اُن کے سپرد کر دیا جائے''۔ چنانچہ جب آپ آگرہ سے وطن مالوف واپس ہوئے تو داناپور نانیہال میں مشائخ کرام کی جماعت کی موجودگی میں دستار سجادگی کی رسم ادا کی گئی۔ نواب رستم علی خاں جاگیردار ریاست دھولپور، آگرہ اپنی کتاب ''نگار خانہ فقر'' مطبوعہ

۱۳۰۷ ہجری میں رقم طراز ہیں کہ حضرت مولانا شاہ قاسم داناپوری کو اپنے آبائی سلسلہ چشتیہ قلندریہ کی اجازت خلافت اپنے عم بزرگوار حضرت مولانا شاہ بہاء الحق موڑوی سے عطا ہوئی تھی اور آپ کی وصیت کے مطابق اپنے عم اقدس کی وفات کے بعد آبائی و قدیمی جگہ پر داناپور خانقاہ شریف کے سجادہ نشیں ہوئے۔ حضرت حاجی سید شاہ عطا حسین منعمی قدس سرہٗ سجادہ نشیں خانقاہ منعمیہ ابو العلائیہ، محلہ رام ساگر، گیا نے اپنی مشہور کتاب ''کنز الانساب'' میں بھی اس امر کا تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت شاہ بہاء الحق موڑوی حضرت شاہ طیب اللہ نقاب پوش موڑوی کے فرزند اکبر تھے۔ آپ اپنے نانا حضرت شاہ سیف اللہ موڑوی کی آبائی سجادہ پر فائز تھے جو حضرت مخدوم لطیف الدین بندگی کی اولاد امجاد سے تھے۔ واضح ہو کہ حضرت شاہ سیف اللہ موڑوی حضرت مخدوم دولت منیری کے نواسہ ہیں۔

واضح ہو کہ حضرت سید شاہ تراب الحق چشتی قلندری موڑوی کی شادی محلہ شاہ ٹولی داناپور کے مشہور زمانہ بزرگ سید الواصلین حضرت سید شاہ غلام حسین منعمیؒ کی صاحبزادی بی بی حفیظ النسا سے ہوئی۔ آپ نے اپنے سسر محترم کے پیہم اصرار پر شاہ ٹولی میں سکونت اختیار کر لیا اور یہیں آباد ہو گئے۔ آپ کی اولاد خوب پھلی پھولی۔ شاہ ٹولی محلہ کو جو چار چاند لگے اور جو عروج ہوا وہ آپ ہی کے اولاد سے ہوا۔ یہاں کی خاک پاک سے اولیاء اللہ، علماء، حکما و صلحا کا ظہور ہوا۔ ان سب کے مزارات اسی محلہ میں ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ آج بھی اس محلہ کی چمک دمک جاری و ساری ہے۔

یہ بات قابل غور یہ کہ اگر حضرت شاہ تراب الحق موڑوی ثم داناپوری کی شادی داناپور شاہ ٹولی میں نہ ہوتی یا آپ موڑہ تالاب میں ہی مقیم ہوتے تو موڑہ تالاب کی تاریخ کچھ اور ہوتی اور پھر شاہ ٹولی کی تاریخی حیثیت کچھ اور۔ موڑہ تالا[illegible]، بہار شریف اور محلہ شاہ ٹولی داناپور کی یہ تاریخی نسبت اور ہم آہنگی ہے۔ اس طرح جدی و قدیمی خانقاہی روایات شاہ ٹولی داناپور خانقاہ سجادیہ ابو العلائیہ کو منتقل ہو گئی۔

حضرت شاہ تراب الحق موڑوی ثم داناپوری کے تین صاحبزادے تھے۔ بڑے حضرت سید شاہ محمد قاسم، مجھلے حضرت سید شاہ محمد واجد اور چھوٹے حضرت سید شاہ محمد سجاد تھے۔ حضرت شاہ محمد قاسم کے ایک صاحبزادے شاہ محمد فضل تھے جو صغر سنی میں وصال فرما گئے۔ اُن کا مزار شاہ ٹولی میں ہی ہے۔

حضرت شاہ محمد قاسم داناپوریؒ کی پیدائش مورخہ ۱۷رشوال ۱۲۱۷ھ ہجری ہے۔ آپ عالم جید تھے۔ آپ کا سلسلہ حضرت مخدوم امام تاج فقیہ مکی اور مخدوم لطیف الدین بندگی سے ملتا ہے۔ آپ ہی وہ بزرگ ہیں جو سید الطریقت کے لقب سے مشہور ہیں۔ اس باکمال ہستی کے حالات میں تذکرہ کرتے ہوئے ''نگار خانہ فقر'' مطبوعہ ۱۳۰۷ھ ہجری کے مصنف نواب رُستم علی خاں، جاگیردار ریاست دھولپور، آگرہ اس خصوصیت کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ جو تاریخ اور مہینہ آپ کی پیدائش کا ہے وہی آپ کے وصال کا بھی ہے۔ آپ کو اپنے آبائی سلسلہ چشتیہ قلندریہ کی اجازت وخلافت اپنے عم بزرگوار حضرت مولانا شاہ بہاء الحق موڑویؒ سے ملی تھی۔ ''تذکرۃ الکرام'' مطبوعہ ۱۹۲۴ھ ہجری کے صفحہ ۷۰۵ پر ہے کہ ''سید الطریقت نے اپنے نانا سید الواصلین حضرت شاہ غلام حسین منعمی ابو العلائی داناپوریؒ کی آغوش شفقت میں تعلیم پائی اور یگانۂ عصر ہوئے۔ آپ کو تعلیم باطنی اپنے خال بزرگ اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین منعمی ابو العلائی قدس سرہٗ سے ہوئی۔ اجازت خلافت حضرت سید شاہ ابوالبرکاتؒ سے طریقہ نقشبندیہ ابو العلائیہ میں ہے۔ آپ کو اعلیٰ حضرت سے بھی اجازت خلافت ہے۔ لہٰذا آپ ذو بحرین ہیں۔ چہرہ مبارک آپ کا ایسا تاباں تھا کہ مفتی صدر الدین اکبرآبادی فرماتے تھے کہ جس نے صحابہ کرام کی زیارت نہ کی ہو وہ شاہ محمد قاسم داناپوریؒ کو دیکھے۔ فصیح البیان ایسے تھے کہ مفتی اسد اللہ جونپوری اور مفتی ریاض الدین کاکوروی فرماتے تھے کہ ہم نے ایسا مسلسل سلسلہ کلام نہیں سنا۔ آپ خود سلسلہ کلام کم آغاز فرماتے۔ جب کسی نے کسی امر میں استفسار کیا تو جواب دیتے تھے۔ آپ کی

تصانیف سے نجات قاسم کے تذکرہ سیدنا حضرت امیر ابوالعلا قدس سرہٗ کا ہے اور اعجاز غوثیہ کے تذکرہ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور انشائے فرمان علیم کہ زبان فارسی میں مرقوم ہے اور چراغ مکتب ہے، اور انوار قمریہ''۔

حضرت سید الطریقت داناپوریؒ کے واقعات سے متعلق ایک تاریخی واقعہ تذکرۃ الکرام کے صفحہ ۷۰۸ پر یوں درج ہے :-

'' آپ کی صفات درویشی مشہور زمانہ تھی۔ دہلی میں ایک مرتبہ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی کے عرس میں حضرت سید الطریقت پر کیفیت طاری تھی۔ اُمراء ومشائخ رونق افروز تھے۔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر بھی شریک مجلس تھے۔ بہادر شاہ ظفر کو آپ کی ملاقات کا اشتیاق ہوا اور آپ کی خدمت میں مفتی صدر الدین اکبرآبادی کے توسط سے شاہی محل میں تشریف فرما ہونے کا دعوت نامہ بھیجا مگر آپ نے بعض پسندیدہ عذرات سے اس پیغام سے کنارہ کشی اختیار فرمایا''۔

یہ اظہر من الشمس ہے کہ ان اللہ والوں نے مردہ دلوں کو زندہ کیا۔ روحانی تعلیمات، تزکیۂ نفس اور خلق اللہ کی رشد وہدایت کا ایسا سلسلہ جاری کیا جن کے فیضان آج بھی جاری وساری ہیں۔ ان کے ناقابل فراموش کارنامے اور مقدس تعلیمات ہماری بے چین زندگی کے لئے آج بھی مشعلِ راہ ہیں۔ آج اس پُرفتن دَور میں دل تڑپتا ہے اور نگاہیں ڈھونڈتی ہیں کہ وہ اللہ والے کہاں ہیں۔ روحانی ونورانی مجالس ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں۔

صوفیائے کرام وعلم وادب سے وابستہ مشہور شخصیت پروفیسر سید احمد اللہ ندوی مسلم شعرائے بہار مطبوعہ ۱۹۶۶ء میں رقم طراز ہیں کہ ''داناپور سادات کی ایک

قدیم بستی ہے اور عظیم آباد، پٹنہ سے چھ کوس سمت مغرب میں واقع ہے۔ حضرت شاہ اکبر کا یہاں مسکن تھا اور یہاں کی خانقاہ کے آپ سجادہ نشین تھے۔ اس بستی میں اکابر اولیاء آسودہ ہیں۔ آپ علوم ظاہر میں کامل اور علوم باطن میں عارف تھے۔ آپ کا خاندان صوفی صافی اور آپ کے آباو اجداد سے بڑے بڑے اولیاء گزرے ہیں۔ چنانچہ آپ کے چچا اور پیر حضرت شاہ قاسم مصنف نجات قاسم کی صفات درویشی اور حق پرستی زبان زد خلائق تھی''۔

یہ امر بھی قارئین کرام کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ حضرت اکبرالہ آبادی کو بیعت سید الطریقت حضرت مولانا شاہ قاسم داناپوریؒ سے تھی۔ اس طرح حضرت اکبر داناپوری اور اکبرالہ آبادی دونوں پیر بھائی اُستاد بھائی بھی تھے کیوں کہ فن شاعری میں حضرت اکبر داناپوری کو بھی وحیدالہ آبادی سے فخر تلمذ حاصل تھا اور اکبرالہ آبادی کو بھی۔ راقم خالد امام کے پر دادا حضرت شاہ محمد اکبرؒ کے مطبوعہ دیوان ''جذبات اکبر'' کا یہ کلام بھی عکاسی کرتا ہے ؎

شاگرد وحید کے ہیں دونوں اکبر ۔۔۔ ہم مشق بھی ہم دونوں رہے ہیں اکثر
لیکن قدرت کا صاداُن پر ہی ہوا ۔۔۔ پتھر پتھر ہے اور جوہر جوہر

بہار میں اُردو شاعری کے ارتقا کے عنوان سے مرتب تھیسس (Thesis) میں صوبہ بہار کی مشہور ہستی ڈاکٹر کلیم عاجز صاحب تحریر کرتے ہیں کہ :-

'' حضرت اکبر داناپوری کی بزرگی اور خاندانی وجاہت کا اعتراف اکبرالہ آبادی نے ایک خط میں یوں کیا ہے کہ جس کا مختصر اقتباس مطبوعہ نذر محبوب یہ ہے —

''سرتاج برادران طریقت و مسند آرائے بزم معرفت زاداللہ عرفانہٗ تسلیم !

آپ کی تحریر کے ورود نے عزت بخشی۔ آپ

کا خیال نہایت عمدہ ہے۔ آپ ہی کے گھر کا فیض
ہے کہ اس زمانے میں اور اس حالت میں بھی
میرے عقائد محفوظ ہیں۔
موروثی معتقد اکبر حسین''

سید الطریقت حضرت مولانا شاہ محمد قاسم داناپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہمہ گیر شخصیت کی مالک ہے۔ ایک طرف آپ عالم دین ہیں، مصنف ہیں تو دوسری جانب درویش کامل اور عارف صوفی نظر آتے ہیں۔ آپ کی گوناگوں حیثیتوں کا احصا راقم کے بس سے باہر کی بات ہے۔

راقم خالد امام کا اعتقاد ہے کہ وہ اُن مقربین میں تھے جو اپنے رب کے حضور قلب سلیم اور قلب مطمئن لے کر حاضر ہوتے ہیں۔ سید الطریقت کو تقریباً چالیس سال تک حضرت سیدنا سرکار امیر ابو العلا اکبرآبادیؒ کے آستانہ کی حاضری کا شرف حاصل ہے۔ راقم نے اپنے آبا و اجداد سے یہ مشہور واقعہ سنا ہے کہ ایک بار حضرت سید الطریقت حسب معمول آگرہ تشریف لے گئے۔ اسٹیشن پر اُترے تو آپ کی درویشانہ کیفیت دیکھ کر کسی سواری والے نے سامان لیتے ہوئے آپ سے پوچھا بابا آپ ابولالہ کی درگاہ جائے گا؟ یہ سنتے ہی آپ پر رقت طاری ہوگئی اور دیر تک کیفیت کے عالم میں رہے۔ اسی کیف میں آپ بار بار فرماتے ''پھر کہو'' اور سواری والا اس محبوب جملہ کو اپنے انداز میں کہتا رہا۔ اور پھر آپ حضرت سیدنا سرکار امیر ابوالعلا قدس سرہٗ کی درگاہ پر تشریف لے گئے۔

''لگن لگی ہے کسی سے ایسی کہ مرنے پر بھی نہ چُھٹ سکے گی
یہ عاشقی دل لگی نہیں ہے جو ہم مٹے ہیں تو دل لگا ہے''

حضرت سید الطریقت کا وصال مورخہ ۷ار شوال ۱۲۸۱ ہجری کو ہوا۔ آپ کا مزار حسب وصیت حضرت مخدوم احمد یحیٰ منیریؒ کی درگاہ شریف میں واقع ہے۔

جد امجد حضرت حاجی سید شاہ محمد اکبر ابوالعلائی داناپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی

مطبوعہ کتاب ''احکام نماز'' کے صفحہ ۵۸ پر اپنے عم حقیقی و پیر طریقت حضرت مولانا شاہ محمد قاسم داناپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ''آپ کے وصال کے وقت سب بھائی حاضر خدمت تھے۔ برادر عزیز میر اکبر حسین سلمہ، سیشن جج (اکبرالہ آبادی) اور آپ کے چچا جناب میر حسین علی صاحب اور بھی لوگ اُن کے خاندان کے اور عظیم آباد کے اکثر اکابر حاضر تھے۔ آپ نے اس رکوع کی بلند آواز سے تلاوت فرمائی: ''اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْض''۔ جب آپ تلاوت فرما چلے تو میرے والد ماجد کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ چھوٹے میاں یہ پانچ شمعیں روشن ہیں اور دستِ مبارک کی انگلیوں کو کشادہ کردیا اور دستِ مبارک کو بلند فرمایا۔ اُن حاضرین کی جو اہلِ طریقت تھے عجب کیفیت تھی۔ ہنوز ظہر کا وقت تمام نہ ہوا تھا کہ روحِ پُرفتوح نے اس عالم کا تعلق چھوڑ دیا''۔

خدا کی حضوری میں دل جا رہا ہے یہ مرنا ہے اس کا مزا آ رہا ہے

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے آبا و اجداد کی روحانیت اور کشف و مجاہدات نے ہندوستان کے تقریباً تمام صوبوں میں سلسلہ ابو العلائیہ کو عروج عطا کیا اور بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ بفضلہٖ تعالیٰ ہندوستان، بنگلہ دیش، پاکستان و دیگر ملکوں میں مریدین، متوسلین اور حلقہ بگوشانِ خانقاہ سجادیہ ابو العلائیہ، داناپور کی ایک کثیر تعداد پھیلی ہوئی ہے۔ آبا و اجداد کے مریدین و خلفائے کرام کا حلقہ اتنا وسیع تر ہے کہ سب کا احاطہ کرنا اور ضبط تحریر لانا ایک دشوار کام ہے اور ضخیم کتاب اُن پر روشنی ڈالنے میں تیار ہوسکتی ہے۔ اس جگہ چونکہ راقم کے پیش نظر موڑہ تالاب بہار شریف اور داناپور کی خانقاہ سے تاریخی نسبت پیش نظر ہے اس لئے اختصار بھی ملحوظ خاطر ہے۔

صوفیائے کرام و بزرگانِ دین کی خانقاہوں میں ہر مذہب و ملت کے افراد حلقہ بگوش نظر آتے ہیں اور خدمت خلق کا بے مثال نظارہ کرتے ہیں۔ ان باکمال ہستیوں کا ظہور انسانیت کے لئے ایک انمول تحفہ نظر آتا ہے۔

''مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں

تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں''

الغرض سید الطریقت مولانا شاہ محمد قاسم داناپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی حضرت حاجی سید شاہ محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ مورخہ ۱۴ر ذیقعدہ ۱۲۹۸ ہجری کو جملہ خانقاہوں کے مشائخ کرام کی موجودگی میں خانقاہ سجادیہ ابوالعلائیہ داناپور کے مسند سجادہ پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۱ر رجب ۱۲۳۱ ہجری ہے۔ میں نے بزرگوں سے سنا ہے اور اپنے پردادا کی مطبوعہ کتاب میں پڑھا بھی ہے کہ دونوں بھائیوں میں بے پناہ محبت تھی اور حضرت سید الطریقتؒ نے کبھی اپنے چھوٹے بھائی کو نام لے کر نہیں مخاطب فرمایا۔ تازندگی چھوٹے میاں فرمایا کرتے رہے۔ سچ ہے صوفیائے کرام کی کیا روش اور انداز محبت ہے۔ اس وقت مجھے ایک مبارک خواب کا واقعہ یاد آرہا ہے جو اپنے بزرگوں سے سنا ہے۔ اس حقیقت کا انکشاف معلومات کی غرض سے کرنا چاہتا ہوں جو آج بھی ایک مبارک یادگار کی صورت میں نہایت ادب واحترام اور اہتمام سے یہاں خانقاہ شریف میں تقریباً ڈیڑھ سو سال سے انجام دیا جارہا ہے۔

حضرت سید الطریقت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی خانقاہ شریف میں عالم رویا میں دیکھا کہ نفوسِ قدسیہ کی مجلس سجی ہوئی ہے اور شیر خدا سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ رونق فرما ہیں۔ دوسرے دن اس روحانی واقعہ کو اپنے چھوٹے بھائی سے بیان فرمایا۔ اُسی وقت سے ماہِ رمضان المبارک میں خانقاہ میں حضرت مولا علیؓ کا عُرس و فاتحہ جاری ہوگیا۔ مدت گذر گئی۔ زمانہ کروٹیں بدلتا رہا لیکن یہ مبارک روایت آج بھی الحمد للہ جاری وساری ہے جو ۱۹ر رمضان المبارک کو خانقاہ میں منعقد ہوتا ہے۔ چنانچہ قطب الاولیا حضرت حاجی شاہ محمد سجاد داناپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکت سے عشق رسالت اور کشف و مجاہدات سے نہ صرف خانقاہ داناپور کی مقدس مان مریادا اور روحانی قدروں کا نیا آفتاب روشن ہوا بلکہ بے شمار افراد اسیر وگرویدہ ہوکر حلقۂ ارادت میں داخل بھی ہوئے۔

۱۷سال کی عمر میں آپ نے سیدنا حضرت خواجہ سید شاہ ابوالبرکات ابوالعلائی قدس سرہٗ، خانقاہ تکیہ شریف پٹنہ سیٹی سے شرف بیعت اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ آپ کو اپنے بڑے بھائی حضرت سید الطریقت داناپوری سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔ تعلیمات باطنی آپ نے اپنے ماموں اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین قادری منعمی ابوالعلائی قدس سرہٗ، خانقاہ منعمیہ ابوالعلائیہ، میتن گھاٹ پٹنہ سیٹی سے حاصل کی۔ فقیہانہ و درویشانہ طرزِ عمل آپ کی زندگی کا روحانی جوہر تھا۔ آپ کو حضرت سیدنا سرکار امیر ابوالعلا احراری اکبرآبادیؒ سے بے پناہ جذبۂ عشق تھا۔ آپ نے سیدنا سرکار کے سالانہ عُرس میں چالیس بار حاضری کا شرف حاصل کیا۔ مخدومنا و مولانا حضرت حاجی شاہ محمد سجاد داناپوری قدس سرہٗ کو پانچ بار مناسک حج ادا کرنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ تیسرے حج کے بعد دو سال تک آپ مدینہ منورہ میں رہے۔ چوتھے اور پانچویں حج کے لئے آپ نے مدینہ منورہ سے پاپیادہ مکہ معظمہ کا سفر طے کیا، ''احسن السیر معروف بہ تاریخ خواجہ اجمیر'' مطبوعہ ۱۲۸۵ھ کے صفحہ ۱۷۳ پر مصنف منشی محمد اکبر جہاں شگفتہ رقم کرتے ہیں کہ ''حضرت حاجی شاہ محمد سجاد داناپوری کے تیسرے حج کے دوران کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک دن ایک سید صاحب نے آپ کو گوشت کی دعوت دی۔ اُس روز آپ حرم شریف میں حاضری سے محروم رہ گئے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما رہے ہیں کہ اے فرزند تم یہاں گوشت کھانے آئے ہو یا ہمارے پاس آئے ہو۔ آپ کو بے پناہ صدمہ ہوا۔ اُسی روز عہد کیا اور پھر تمام عُمر گوشت نہیں کھایا۔ پانچویں حج کے بعد بحکم سرورِ عالم ﷺ اجمیر شریف حاضر ہوئے اور عرصہ تک حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانے پر باریاب رہے''۔ آپ کو مولائے کائنات سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بے پناہ عشق اور شغف تھا۔ آپ نے حضرت مولائے کائنات کے عُرس و فاتحہ کے انتظام و اہتمام میں چار چاند لگائے جو آج بھی جاری و ساری ہے۔

میرے دادا اور والد بزرگوار اس روحانی واقعہ کو بیان فرماتے تھے کہ ایک بار

حضرت مولا علیؓ کے عرس و فاتحہ کی مجلس خانقاہ میں آراستہ تھی اور حضرت حاجی شاہ محمد سجادؒ پر کیفیت طاری تھی۔ اسی عالم میں آپ بار بار یہ مصرع فرماتے رہے ۔

''فنائے ذاتِ علی ہوں عجب مقام میں ہوں''

کیفیت تمام ہونے کے بعد آپ نے پہلا مصرع ادا کر کے شعر پورا کیا جو یوں ہے :-

''میں مقتدی بھی ہوں میں ہی صفِ امام میں ہوں
فنائے ذاتِ علی ہوں عجب مقام میں ہوں''
شعاعِ شمس و قمر ہیں تجلّیاں اپنی
میں اپنی شانِ کریمی سے فیضِ عام میں ہوں

حضرات صوفیائے کرام کے طبقے میں اولیاء اللہ کو ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے جسے کیفیت عطریت کہتے ہیں۔ طریقۂ ابوالعلائیہ اس کیفیت سے بہت زیادہ مالا مال ہے۔ خاتم نوری مطبوعہ ۱۳۰۷ ہجری میں آپ کے اسی کیف و حال کے تذکرہ میں راقم خالد امام کے پردادا تحریر فرماتے ہیں کہ ''حضرت والد ماجد اکثر کیفیت عطریہ سے معطر و مکیف رہتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ نماز عصر کے بعد جانماز ہی پر بیٹھے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہو جاتا اور چہرۂ مبارک کیفیت انوار سے منور ہو جاتا تھا''۔ نذر محبوب تحفہ نجات قاسم میں مذکور ہے کہ ''کیفیت جذبیہ آپ پر اکثر طاری رہا کرتی تھی اور آنکھوں سے فیوض و برکات کے انوار مترشح ہوتے تھے۔ اس عالم میں جو بھی آپ کو دیکھتا وہ آپ کا اسیر و معتقد ہو جاتا تھا''۔

آپ کو شعر و شاعری سے بھی گہرا ذوق تھا اور ساجد تخلص فرماتے تھے۔ آپ کی شاعری صوفیانہ و عارفانہ تخیلات و افکار کی مظہر ہے۔ آپ کے کلام بہت ہیں لیکن مختصر طور پر کچھ شعر اور تحریر کر رہا ہوں۔

جفا وفا ہیں یہ دونوں پیار کی باتیں
وہی یہ جانے جو جانے ہے یار کی باتیں

اُس گل کے سوا گلشنِ دنیا میں نہیں کچھ
دیکھوں کسے دکھلائی بھی دیتا ہے کہیں کچھ

میں اختصار سے کام لے رہا ہوں مگر واقعات اتنے وسیع ہیں کہ طویل ہوتے جارہے ہیں۔ الغرض آپ کے مریدین و متوسلین کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ لیکن خلفائے کی تعداد کم ہے۔ چند مشہور خلفائے کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ راقم کے پردادا حضرت حاجی سید شاہ محمد اکبر ابوالعلائی داناپوریؒ، حضرت سید شاہ عزیز الدین حسین منعمی ابوالعلائی، خانقاہ منعمیہ ابوالعلائیہ میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی اور حضرت شاہ محمد ادریس چشتی، موضع کوبلاواں وغیرہ۔

حضرت حاجی شاہ محمد سجاد ابوالعلائی داناپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات روحانی سے خانقاہ اور سلسلہ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ آپ کے وصال کی تاریخ ۱۴ر ذیقعدہ ۱۲۹۸ ہجری ہے۔ مزار اقدس محلہ شاہ ٹولی داناپور میں مرجع خاص و عام ہے جو درگاہ مخدوم سجاد داناپوری کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا عرس ہر سال ۱۴ر اور ۱۵ر ذیقعدہ کو اہتمام کے ساتھ داناپور خانقاہ میں منایا جاتا ہے جس میں ملک کے بیشتر حصوں سے عقیدت مندوں کی کثیر تعداد شرکت کرتی ہے۔ سچ ہے صوفیائے کرام و بزرگانِ دین کی تعلیم اُن کی صورت و سیرت ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں ؎

''اس آدمی میں ہے پوشیدہ ایک سرِ عظیم
مگر اُٹھا کے طلسمی حجاب دیکھے کون''

واضح ہو کہ محلہ شاہ ٹولی داناپور کی خاک پاک میں علماء، صلحاء، حکماء، فقراء اور اولیائے کرام آسودہ ہیں جو اپنے دَور کے آفتاب گزرے ہیں۔ اُن کے فیضان آج بھی جاری ہیں۔ راقم کو چونکہ اس جگہ خانقاہ سجادیہ ابوالعلائیہ داناپور اور موڑہ تالاب بہار شریف کی تاریخی نسبت پیش نظر ہے اس لئے تفصیل اور اس کے پس منظر کو بیان کرنا دشوار ہے۔

ذکر خیر جدامجد حضرت حاجی سید شاہ محمد اکبر ابوالعلائی داناپوریؒ

راقم خالد امام اب اپنے پردادا حضرت حاجی شاہ محمد اکبر ابوالعلائی داناپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر خیر کی طرف رجوع ہورہا ہے۔ مجھ جیسے نااہل کے قلب وجگر کی جو کیفیت ہورہی ہے وہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ صوبہ بہار کے علم وادب کی مشہور معروف ہستی پروفیسر عطا کاکوی مرحوم ہی کے الفاظ میں ہے کہ:۔

''بہار کی خوش نصیبی ہے کہ تیرہویں صدی ہجری میں حضرت اکبر جیسی عظیم ہستی پیدا ہوئی جس کی حیثیت بیک وقت درویش کامل، سجادہ نشیں، امیر سخن اور تصانیف کثیرہ کے مصنف کی ہے''۔ پروفیسر سید احمد اللہ ندوی مسلم شعرائے بہار مطبوعہ ۱۹۶۶ء میں رقم طراز ہیں کہ: ''داناپور سادات کی ایک قدیم بستی ہے اور عظیم آباد پٹنہ سے چھ کوس سمت مغرب میں واقع ہے۔ یہاں آپ کا مسکن تھا اور یہاں کی خانقاہ کے آپ سجادہ نشیں تھے۔ اس بستی میں اکابر اولیا آسودہ ہیں۔ حضرت اکبر علوم ظاہری میں کامل اور علوم باطن میں عارف تھے۔ آپ کا خاندان صوفی صافی اور آپ کے آباد اجداد سے بڑے بڑے اولیا گذرے ہیں''۔

حضرت مولانا شاہ غلام حسنین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشیں خانقاہ سلیمانیہ، پھلواری شریف اپنے تاثرات اِن الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :-

> ''حضرت شاہ اکبر داناپوری کو کوئی ایک عارف صوفی کی حیثیت سے پیش کرتا ہے اور کوئی ایک بلند مرتبت شاعر کی حیثیت سے۔ اُن کی گوناگوں حیثیتوں کا احصا میرے بس سے باہر کی بات ہے۔ البتہ میرا اعتقاد ہے کہ وہ اُن مقربین میں تھے جو اپنے رب کے حضور قلب سلیم اور قلب مطمئن لے کر حاضر ہوتے ہیں''۔

جدامجد حضرت حاجی شاہ محمد اکبر ابوالعلائی داناپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت

باسعادت اکبر آباد آگرہ محلّہ نئی بستی میں مورخہ ۲۷ شعبان ۱۲۶۰ ہجری کو ہوئی۔ آگرہ میں پیدائش کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے والد ماجد حضرت حاجی سید شاہ محمد سجاد ابوالعلائی قدس سرہٗ مع متعلقین بغرض رشد وہدایت آگرہ میں قیام فرماتے اور آپ کے بڑے بھائی سید الطریقت مولانا شاہ محمد قاسم ابوالعلائی جو میرے پردادا کے حقیقی چچا اور پیر طریقت بھی تھے وہ بھی آگرہ ہی میں مقیم تھے۔ اِن بزرگوں کو حضرت سیدنا سرکار امیر ابوالعلیٰ سے بے پناہ عشق ومحبت اور روحانی نسبت تھی۔ در و دیوار سے ایک لگاؤ تھا۔ اسی بہانے ملازمت بھی اختیار کی۔ تاریخ ولادت آپ کے عم اقدس و پیر طریقت نے نظم فرمایا۔ ان تمام حالات کے تذکرے پردادا کی دیوان ''جذبات اکبر'' مطبوعہ ۱۳۳۴ ہجری کے صفحہ ۳ سے ۶ پر درج ہیں۔ پردادا کا یہ شعر ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا :-

''آباد رہے آگرہ تا حشر الٰہی اکبر ہیں یہاں جلوہ گر انوار محمدؐ''

چنانچہ حضرت جد امجد جب چالیس دن کے ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو حضرت سیدنا سرکار امیر ابوالعلا کے مزار مبارک پر لیکر حاضر ہوئیں اور چالیس روز کی نیت سے وہیں درگاہ شریف پر معتکف ہوگئیں۔ اس درمیان آپ نے خواب میں دیکھا کہ مزار شق ہوگئی اور حضرت سیدنا سرکار نے متجلّی کی صورت میں نکل کر بچہ کو گود میں لے کر خوب پیار کیا۔ صبح کو جب یہ خواب بیان کیا تو آپ کے چچا صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ بچہ اقبال مند ہوگا اور اس سے سلسلہ ابوالعلائیہ کو فروغ ہوگا انشاء اللہ۔ چنانچہ آپ آفتاب ولایت بنے۔ آپ نے علوم ظاہری و باطنی اپنے چچا محترم سید الطریقت مولانا شاہ محمد قاسم ابوالعلائی کے زیر سایہ حاصل کیا اور مورخہ ۲ رمضان المبارک ۱۲۸۱ ہجری اپنے چچا صاحب کے دست حق پرست پر سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ میں بیعت حاصل کی اور جملہ تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے شرفیاب ہوئے۔ آپ کو اپنے والد ماجد سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔

''بے مثل ہے تو ہیں تیرے انداز نرالے اے آگرے والے
رُخ چاند ہے یہ گیسو ہیں اس چاند کے ہالے اے آگرے والے

نواب رُستم علی خاں جاگیردار، ریاست دھول پور، مصنف "نگار خانہ فقر" مطبوعہ ۱۳۰۷ہجری کے صفحہ ۲۷ پر تحریر کرتے ہیں کہ :-

"۱۸رذیقعدہ ۱۲۹۸ہجری کو حضرت سید شاہ حاجی
محمد اکبر قدس سرہٗ اپنے والد ماجد حضرت حاجی سید شاہ محمد
سجاد دانشمند قدس اللہ سرہٗ کی جگہ اپنے خاندانی سجادہ پر
بہت بڑی جماعت، مشائخ کے سامنے سجادہ نشیں ہوئے"۔

آپ نے ۱۳۰۰ہجری میں حج بیت اللہ ادا فرمایا۔ آپ نے اپنی مطبوعہ کتاب اشرف التواریخ میں اس مبارک سفر کے کچھ دلچسپ حالات تحریر فرمایا ہے۔

طرز معاشرت آپ کی ہمیشہ سادہ رہی۔ لباس میں بھی سادگی تھی۔ خالطہ دار پاجامہ، نیچا کرتا، شانہ پر بڑا رومال اور پلّہ کی ٹوپی۔ کبھی صدری یا اور کبھی انگرکھا زیب تن فرماتے تھے۔ مکان کی زینت بھی سادی تھی۔ آپ اپنے دیوان میں خود ہی فرماتے ہیں ؎

فقیر خانہ کے دیکھو تکلفات آکر
کہ فرش خاک ہے اس پہ بوریہ بھی ہے

مرغن غذا سے پرہیز فرماتے۔ مچھلی سے ہمیشہ پرہیز رہا۔ آپ ہی کی زبان میں ؎

اُسی زمانے سے ہے احتیاط مچھلی کی
ہوئی ہے جب سے کہ مزمل شریف شروع

وطن سے آپ کو بہت محبت تھی۔ آگرہ میں آپ کا قیام رہتا اور وطن سے کوئی آتا تو وطنی بھائی فرما کر محبت سے ملتے تھے۔ آپ کا یہ دو شعر ملاحظہ ہو ؎

وردِ غربت میں ہے اُستاد کا مصرع اکبرؔ
دُور تک یادِ وطن آئی تھی سمجھانے کو

عظیم آباد رشکِ بوستاں ہے
تو داناپور باغِ بے خزاں ہے
رہے شہر داناپور آباد و شاد

الٰہی بر آئے سبھوں کی مراد

آگرہ سے آپ کو قلبی محبت تھی۔ آگرہ کو آپ محبوب البلاد فرماتے تھے کیوں کہ حضرت سیدنا سرکار سے خاص روحانی نسبت اور عشق تھا۔ آپ ہی کی زبان مبارک سے ساعت فرمائیے :-

آباد رہے آگرہ تا حشر الٰہی
اکبر ہیں یہاں جلوہ گر انوار محمدؐ
اکبر آباد سا شہر اور حسینوں کے جماؤ
ڈال دیتے ہیں مسافر کو مصیبت میں یہی
میں اور میری جان نثار ابوالعلا
یہ سَر ہو اور سنگ مزار ابوالعلا

اس جگہ ایک اہم روایت کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھ رہا ہوں جو تقریباً ڈیڑھ سو سال سے آج تک ادا کی جارہی ہے۔ حضرت سیدنا سرکار امیر ابوالعلا احراری کے عُرس کے انتظام و اہتمام اور حاضری کے لئے تاحیات ہمارے آبا و اجداد آگرہ تشریف لے جاتے رہے ہیں۔ نہایت عقیدت کے ساتھ نئی بستی گلی نصیر خاں اور آگرہ کے تمام مریدین و متوسلین اور عقیدت مند حضرات حوصلہ اور ولولہ کے ساتھ اسے انجام دیتے ہیں اور تن من دھن لگاتے ہیں۔ راقم خالد امام نے اپنے دادا اور والد ماجد کے ساتھ اس روحانی سماں کو دیکھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اُس وقت درگاہ شریف کے صدر دروازہ کے باہر ملحق چبوترہ پر ایک شب کی مجلس بھی ہوتی تھی اور باقی مجلس و فاتحہ وغیرہ درگاہ شریف کے احاطہ کے اندر بھی ہوتی تھی۔ اب درگاہ شریف کے سجادہ نشیں صاحب موصوف مدظلہ العالی کی طرف سے احاطہ میں ایک حجرہ عُرس کے موقع پر فراہم کیا جاتا ہے اس لئے چبوترہ پر مجلس نہیں ہوتی ہے۔ احاطہ میں متعلقہ زمین پر جس طرح پہلے خیمہ وغیرہ لگتا تھا اُسی طرح آج بھی ہوتا ہے جس کی سجاوٹ، زیب و زینت اور روشنی وغیرہ کے انتظام میں بھرپور دل کشی مریدین و متوسلین انجام دیتے ہیں۔ ہمارے آبا و اجداد کی

روایت کے مطابق عام لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔ شب کی مجلس رات بھر ہوتی ہے جو روحانی منظر پیش کرتا ہے۔ عُرس کے دوسرے دن صبح میں قرآن خوانی اور اُس کے بعد دوپہر تک پھر مجلس سماع کا آغاز ہوتا ہے۔ ظہر کی نماز کے بعد جو فاتحہ درگاہ شریف کے احاطہ میں نسلاً بعد نسلاً خانوادۂ ابوالعلائیہ داناپور خانقاہ کے زیر سایہ ہوتا آرہا ہے وہ منظر قابل دید ہوتا ہے۔ یہ فاتحہ توشہ کے فاتحہ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ نہایت ادب و احترام اور تقدس کے ساتھ سارے مراحل انجام پاتے ہیں۔ توشہ کے فاتحہ میں جو حلوہ تیار کیا جاتا ہے اُسے چونکہ تبرک کے طور پر حاضرین کو تقسیم کیا جاتا ہے اس لئے احتیاط کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ احاطہ میں ہی سارا عمل نئی بستی گلی نصیر خاں اور آگرہ کے تمام مریدین و متوسلین انجام دیتے ہیں اور اپنا پورا تعاون صرف کرتے ہیں۔

توشہ کا فاتحہ شروع ہونے سے پہلے روایت کے مطابق ایک بڑے کڑاہا میں حلوہ رکھا جاتا ہے اور چاروں طرف حاضرین ادب واحترام سے کھڑے ہوتے ہیں اور دناپور خانقاہ کے صاحب سجادہ اپنے پرہیز گار مریدین و متوسلین اور خلفائے کرام کو الگ الگ پرچیاں عطا کرتے ہیں جن پر قرآن حکیم کی مخصوص سورتوں کے نام لکھے ہوتے ہیں۔ جس کے ہاتھ میں جو پرچہ ملتا ہے اُسے وہی پڑھنا ہے۔ اس طرح صاحب سجادہ کے اشارہ ہوتے ہی فاتحہ کا آغاز ہوتا ہے۔ فاتحہ کے اختتام ہونے پر تمام خانوادۂ سلاسل کے مریدین و متوسلین اور عامۃ المسلمین کے لئے اجتماعی دعائیں ہوتی ہیں۔ اس کے بعد توشہ کا تبرک تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس مبارک موقع پر مدھیہ پردیش، یوپی، راجستھان، بہار اور دیگر صوبوں سے مشائخ کرام، خلفاء، مریدین و متوسلین اور عقیدت مندوں کی کافی کثیر تعداد شریک رہتی ہے۔

واضح ہو کہ متوسلین اور عقیدت مندوں کے پیہم اصرار پر راقم کے والد حضرت حاجی شاہ محمد ظفر سجاد ابوالعلائیؒ نے میرے پردادا کی ۶۵ سالہ برسی منانے کا فیصلہ کیا تھا۔ چنانچہ اُن کے سالانہ عرس کے موقع پر مورخہ ۱۵ر رجب ۱۳۹۲ ہجری مطابق ۲۶ر اگست ۱۹۷۲ء کو داناپور خانقاہ میں حضرت حاجی شاہ عنایت اللہ فردوسی، سجادہ نشیں

حضرت مخدوم یحییٰ منیری خانقاہ منیر شریف کی صدارت یہ برسی منائی گئی تھی جس میں صوبہ بہار کے علاوہ ملک کے گوشے گوشے سے علمائے کرام، مشائخ عظام اور ہر مکتبہ فکر ونظر کے دانشوروں نے شرکت فرمایا۔ جلسہ کا افتتاح جناب محمد رفیق عالم صاحب، سابق وزیر حکومت بہار نے کیا تھا۔ ان کے تاثرات وزیر موصوف کے الفاظ میں :-

''مجھے بے حد مسرّت ہے کہ آج خانقاہ ابوالعلائیہ، شاہ ٹولی، دانا پور کی سالانہ عرس کے موقع پر ۶۵ سالہ برسی کے جلسہ میں شریک ہوا۔ دور دراز سے لوگ تشریف لائے ہیں۔ علمائے کرام و بزرگانِ دین مجلس میں جلوہ افروز ہیں۔ میرے ساتھ کانگریس کے پرانے نیتا شری بلرام دیویدی اور عبد الغنی صاحب بھی ہیں۔ ایک اچھی خاصی مجلس ہے۔ مجھے روحانی خوشی اور تسکین قلبی ہوتی ہے جب میں ایسے مجالس میں شریک ہوتا ہوں۔ حضرت اکبر داناپوری کے پوتے جناب حضرت شاہ ظفر سجاد صاحب، سجادہ نشیں سے میرے تعلقات پرانے ہیں۔ خداوند کریم آپ کی عمر دراز کرے اور دین و ملّت کی خدمت کرنے کا موقع عطا فرمائے''۔

اس روحانی جلسہ کی روداد بہار، بنگال، مہاراشٹر، یوپی وغیرہ کے بہت سارے اُردو، ہندی اور انگریزی اخباروں میں شائع ہوئی تھیں۔ وہ منظر راقم خالد امام کی آنکھوں میں آج بھی رقصاں ہے۔

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ

☆

تصنیفات و شاعری

صوفیائے کرام و بزرگانِ دین کی تصنیفات یا شعر و شاعری کا جب مطالعہ کرتا ہوں تو اس کمترین کو بڑا تعجب ہوتا ہے۔ مختلف اصناف سخن پر طبع آمائی ہو یا شریعت و طریقت اور معرفت کے اسرار و نکات ہوں۔ انسانی سماج سے متعلق ہوں یا قومی و ملی ہوں۔ اخلاقی قدروں سے واسطہ ہو یا تاریخ کے ابواب سے۔ ان کی شاعری کی باریکی اور گہرائی پر غور کریں تو صرف درس ہی نہیں ملتا بلکہ روحانی تسکین اور قلبی سکون عطا ہوتا ہے۔ عرفان و معرفت میں ڈوبا ہوا ایک ایک کلام تصوف و معرفت کے رنگ و نور میں ڈوبا ہوا محسوس ہوتا ہے جو انسانی قلب و جگر کو چھو لیتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ صوفیائے کرام کی شاعری اُن کی قلبی کیفیات کا مظہر ہے۔ غور کرتا ہوں تو مجھ جیسے نااہل اور کمتر انسان کو دل روتا ہے۔ ترقی کے اس دور سے سینکڑوں سال قبل جب نہ روشنی کی آسانی اور نہ آرام و آسائش کی تمنا۔ درویشانہ و فقیرانہ زندگی، یہ بوریہ نشیں نفوسِ قدسیہ روحانیت سے کس قدر سرشار نظر آتے ہیں۔ ذکر و اذکار، اوراد و وظائف اور تسبیح و مصلّی کی پوری لگن سے پابندی اور پھر اس قدر تصنیف و تالیف اور شاعری کا ذوق سلیم بہ تقاضائے بشریت یہ کتنا دشوار کن ہوتا ہوگا۔ مجھے اپنے پرداداؒ کا یہ شعر یاد آتا ہے ۔

میں نے اکبر سے سنا ہے یہ سخن
دردِ دل پر ہے مدارِ شاعری

میرے پر دادا حضرت حاجی شاہ محمد اکبر ابوالعلائی ؒ نے ۱۳۰۰ ہجری میں حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد تصنیفات کی طرف پوری توجہ دی۔ ان تصنیفات میں خدا کی قدرت، تحفۂ مقبول، مولد غریب، اخبار العشق، سُرمۂ بینائی، شورِ قیامت، مولد فاطمی، چراغ کعبہ، دل، ادراک، ارادہ، مثنوی روح، رسال غریب نواز، رسالۂ التماس، تاریخ عرب، نذر محبوب، سیر دہلی، احکام نماز، چہل حدیث، خاتم نوری اور

تاریخ میں اشرف التواریخ تین جلدوں میں آپ کی مستند یادگار ہیں۔ پہلی جلد مطبوعہ ۱۳۲۲ ہجری ۶۵۵ صفحات، دوسری جلد مطبوعہ ۱۳۲۵ ہجری ۷۷۵ صفحات اور تیسری جلد مطبوعہ ۱۳۲۸ ہجری ۳۶۰ صفحات کو محیط ہیں۔ حمد و نعت، تصوف اور عرفان و معرفت کا مجموعہ دو دیوان بنام تجلیات عشق مطبوعہ ۱۳۱۶ ہجری اور جذبات اکبر مطبوعہ ۱۳۳۳ ہجری مشہور و معروف ہیں۔

آپ کو ابتدا سے ہی شعر و شاعری کا ذوق تھا اور اکبر تخلص فرماتے۔ حضرت وحید الہ آبادی کی خدمت میں بغرض اصلاح و شاگردی پہلی بار حاضر ہوئے جو حضرت آتش کے ممتاز یادگار تھے۔ وحید الہ آبادی نے گرم جوشی اور محبت سے آپ کا خیر مقدم کیا اور حلقہ میں داخل کر لیا۔ اکبر الہ آبادی بھی آپ ہی کے شاگرد تھے۔

سالنامہ نگارستان ۱۹۵۴ء میں جناب ولی کاکوی نے جو کچھ تحریر کیا ہے اُس عبارت اور اشعار کو اُسی طرح درج کرتا ہوں :-

"فن شاعری میں آپ کو وحید الہ آبادی سے فخر تلمذ حاصل تھا۔ اکبر داناپوری کی یہ رباعی اس سلسلہ میں پیش ہے :

شاگرد وحید کے ہیں دونوں اکبر
ہم مشق بھی ہم دونوں رہے ہیں اکثر
لیکن قسمت کا صاد اُن پر ہی ہوا
پتھر پتھر ہے اور جوہر جوہر

اکبر الہ آبادی اور اکبر داناپوری دونوں استاد بھائی اور پیر بھائی بھی تھے۔ اکبر داناپوری کے کچھ صوفیانہ اشعار حاضر ہیں" :-

بزم ہستی میں ابھی آ کے تو ہم بیٹھے تھے
یوں اَجل آئی کہ زانو بھی بدلنے نہ دیا

انہیں کی پھر گئیں آنکھیں مٹے ہیں ہم جن پر
خرابیٔ دل خانہ خراب دیکھے کون
جو بنے آئینہ وہ تیرا تماشا دیکھے
اپنی صورت میں ترے حسن کا جلوہ دیکھے
آدمی عاشق بھی ہے معشوق بھی
اپنا جلوہ آپ ہی دیکھا کرے
بسے ہیں عطرِ سُہاگ میں ہم گلے سے کس کو لگالیا ہے
ہمارا پیرہنِ محبت کسی کی اُتری ہوئی قبا ہے
لحد میں سونگھ کر اس کو فرشتے مجھ سے کہتے ہیں
ردائے سرورِ عالم ہے کیا اکبر کفن تیرا
ہوگا بڑے بڑوں کا ہنگامہ روزِ محشر
اکبر قبول ہوگا کیوں کر سلام تیرا
دل میں اللہ کا گھر آنکھوں میں حضرت کا جمال
میرا کعبہ ہے یہی میرا مدینہ ہے یہی

یہ سچ ہے نسبت سے عظمت نصیب ہوتی ہے۔ مجھے ۱۹۵۸ء کا ایک یادگار واقعہ یاد آرہا ہے۔ دل چاہتا ہے اُسے پیش کروں۔ میں والد ماجد کے ساتھ آگرہ گیا تھا۔ نئی بستی حجرہ میں قیام تھا۔ ایک دن والد سے ملاقات کی غرض سے جناب بشیر صاحب جو میرے دادا کے مرید تھے وہیں کے کسی بہت ہی ضعیف العمر آدمی کو لے کر آئے تھے۔ نورانی چہرہ اور سفید بڑی داڑھی۔ والد سے بڑے ادب و احترام اور محبت سے ملے اور آہستہ آہستہ ہمکلام ہوتے رہے۔ تھوڑی دیر کے لئے مجھے حیرت سی ہوئی۔ وہ منظر مجھے آج بھی یاد ہے۔ میں اپنے پردادا کی فوٹو دیکھا تھا اور نیم خواب سے زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا ہے۔ میں نے آہستہ سے بشیر صاحب کے کان میں کہا کہ یہ بزرگ بالکل میرے پردادا کی شبیہہ معلوم ہوتے ہیں۔ آن واحد میں ایسا

سماں ہو گیا جیسے انہوں نے میری بات سن لی ہو اور کسی کے زخم پر نشتر لگ گیا ہو۔ اُن بزرگ پر رقّت طاری ہوگئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ مجھے ندامت ہو رہی تھی۔ کچھ لمحہ کے بعد وہ میری طرف بڑے پیار سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ یہ غلام آپ ہی کے پرداداکا دستِ گرفتہ ہے۔ ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں :-

"نکالے زُلیخا بھی یوسف کو اپنے
دکھاتا ہے اکبر بھی صورت علی کی"

کیا کروں مجھے مختصر کرنے کی فکر ہے لیکن تحریر طویل ہوتی جاتی ہے۔ کہاں گئے وہ لوگ، کہاں گئ، وہ روحانی مجلس ؟ صوفیائے کرام کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو اُن کی ہمہ گری روشن زندگی رُشد و ہدایت، تسبیح و تحلیل اور تصوف کی دنیا میں ہی تصنیف و تالیف تک محدود نظر نہیں آتی ہے بلکہ ملک و وطن اور قومی و ملی یکجہتی، استحکام اور فلاح و بہبودی کا دَرد اُن کے سینہ میں شدّت سے محسوس ہوتا ہے۔ کچھ مختصر روشنی اس پر بھی ڈالی جاسکتی ہے جو تاریخ میں آج گم نظر آتی ہے۔ آپ کا قومی اور سیاسی کلام "اَلپنچ" پٹنہ میں شائع ہوتا تھا جو ایک سو سال پہلے کی تخلیق ہے۔ تصوف کے پردے سے ایک صوفی بزرگ کی درد بھری آواز آج بھی ہم ہندوستانیوں کو متاثر کئے بغیر نہ رہ سکے گی :-

پھریں گے کیسے دن ہندوستان کے
بلا کے ظلم ہیں اس آسمان کے
اگر ہند و مسلماں میل کر لیں
ابھی گھر اپنے یہ دولت سے بھر لیں
الٰہی ایک دل ہو جائیں دونوں
وزارت انڈیا کی پائیں دونوں

ملک کی آزادی، سالمیت، استحکام، ترقی و بقا اور اخلاق و انسانیت کے ساتھ ساتھ آپ کے دردمند دل نے محسوس کیا کہ قوم کی ترقی کے لئے قوم کا ہنرمند ہونا بہت ضروری ہے۔ مجھے یاد ہے ۱۹۵۷ء میں ہائی اسکول کے کچھ لڑکے نصابی کتاب انتخاب

اُردو کے ساتھ میرے پاس مضامین کی تشریح اور کئی اشعار کے معنی اور مفہوم سمجھنے کی غرض سے آئے تھے۔ اُس کتاب میں اور نظم کے علاوہ ایک نظم ہنرنامہ کے عنوان سے حضرت شاہ اکبر داناپوری کی بھی تھی اور اُن لڑکوں نے اس پر روشنی ڈالنے کو مجھ پر زور دیا تھا۔ کئی سال تک میٹرک کے نصاب میں یہ نظم داخل رہی لیکن افسوس کا مقام ہے کہ پتہ نہیں کس تنگ نظری کا شکار ہوگئی ایسی بابرکت ہستی کی ہی قومی نظم؟ آپ کی دیوان ''جذباتِ اکبر'' سے نظم کے چند بند دلچسپی کے لئے پیش خدمت ہیں :-

''لطف آزادی تو یہ ہے کہ ترقی ہو عام
کام وہ ہو کہ ہو حاصل جسے اثباتِ دَوام
دوسرے ملک پہ موقوف نہ ہو اپنا کام
مئے یورپ سے بھرا جائے نہ اس قوم کا جام
شہر اپنا ہو زمیں اپنی ہو گھر اپنا ہو
ہاتھ اپنا ہو ہنر اپنا ہو زَر اپنا ہو

بوظفر شاہ جو ناشاد ہوئے غدر کے بعد
اُمرا موردِ بیداد ہوئے غدر کے بعد
لکھنؤ دہلی جو برباد ہوئے غدر کے بعد
پیشے والوں ہی سے آباد ہوئے غدر کے بعد
بات ان شہروں کی پھر رکھ لی ہنر والوں نے
کیا کیا کچھ نہ کیا لعل و گہر والوں نے''

آپ کے خلفاء میں جدی حضرت حاجی شاہ محمد محسن ابوالعلائی ؒ کے علاوہ مولوی شاہ نظامی ابوالعلائی کاکوی، شاہ ظفر ابوالعلائی الٰہ آباد، حاجی شاہ عبد اللہ اکبری ابوالعلائی الٰہ آباد، مولانا نثار علی نثار اکبر آبادی، مولوی عبد المجید باجوری، مولوی محمد فصاحت حسین تلہاڑہ، میر فرحت حسین بھدول، مولانا شاہ واعظ الدین داناپوری، حکیم شاہ عبد العظیم اختر داناپوری، شاہ احمد حسین داناپوری تھے۔ میں بزرگوں سے سنا

کہ آگرہ کے مولانا نثار علی صاحب جو مشہور میلاد خواں بھی تھے، بڑے ہی عاشق اور صاحب نسبت تھے۔ نئی بستی آگرہ میں پردادا کی قیام گاہ پر دروازہ پکڑ کر کھڑے رہتے اور کہتے حضرت اجازت ہے غلام حاضر ہو۔ راستہ چلنے والے اُن کا ہاتھ تھام کر گھر تک پہنچاتے اور کہتے حضرت تو داناپور میں ہیں۔ بے خودی کا یہ عالم نثار کا ہی حصہ ہے۔

''لگن لگی ہے کسی سے ایسی کہ مرنے پر بھی نہ چھٹ سکے گی
یہ عاشقی دل لگی نہیں ہے جو ہم مٹے ہیں تو دل لگا ہے''

ایک یادگار واقعہ میں نے اپنے والد ماجد سے سنا ہے۔ اُسے تبرک کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ میرے پردادا آگرہ سے داناپور تشریف لا رہے تھے۔ متوسلین اور عقیدت مندوں کی کثیر تعداد ٹونڈلہ اسٹیشن تک آئی تھی۔ داناپور کے لئے گاڑی آنے میں کافی دیر تھی۔ پلیٹ فارم پر تمام حاضرین مجلس کی صورت بیٹھے رہے۔ اسی درمیان مولانا نثار علی صاحب نے جو پردادا کے مرید اور خلیفہ بھی تھے، عرض کیا کہ حضرت تازہ غزل کہا ہے اجازت ہو تو سناؤں اصلاح بھی ہو جائے گی۔ پردادا نے رضامندی ظاہر کی۔ مجلس کی اُس وقت عجب کیفیت ہوگئی۔ پوری غزل سماعت کرنے کے بعد پردادا نے حکم دیا کہ میری ٹکٹ واپس کردی جائے اور آپ پھر آگرہ واپس ہو گئے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اُس تاریخی غزل کے کچھ اشعار ناظرین سماعت فرمائیں:-

بخت خفتہ کو جگا لوں تو چلے جایئے گا
اپنی بگڑی کو بنا لوں تو چلے جایئے گا
کون ایسا ہے، جو بسے گا دلِ ویراں میں
آگ اس گھر میں لگا لوں تو چلے جایئے گا
آپ کے بعد یہ دل کردے گا مرا جینا حرام
پہلے میں جان سے جا لوں تو چلے جایئے گا

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد مولانا نثار علی صاحب پردہ فرما گئے۔

میرے پردادا کے دیگر خلفاء میں حضرت حاجی شاہ عبداللہ اکبری ابوالعلائی

بھی بہت ہی جاں نثار اور عقیدت مند تھے۔ وہ میرے پردادا کے مرید تھے اور انہوں نے ہی اجازت و خلافت عطا کر کے الٰہ آباد بھیجا تھا اور وہ محلّہ چک میں سکونت اختیار کر کے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا اور اس مخصوص جگہ کو اپنے پیر کی نسبت سے خانقاہ اکبری کی شکل و صورت سے عملی طور پر زینت بخشی۔ درویشانہ کیف وحال اور خاکساری اُن کی مبارک زندگی کا جوہر تھا۔ حاجی صاحب ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے وہاں خانوادۂ ابوالعلائیہ داناپور کے زیر سایہ اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی شاہ محمد اکبر ابوالعلائی داناپوریؒ کی سرپرستی اور تعلیم و ارشاد کے تحت خانقاہ الٰہ آباد کی مان مریادا اور فاتحہ وغیرہ کی ابتدا کی۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ وہ اپنے پیر و مرشد سے بے پناہ عشق و محبت اور ادب و احترام رکھتے تھے اور داناپور کی خانقاہ سے اپنے روحانی نسبت کا ذکر فرماتے تھے۔ آپ کا مزار الٰہ آباد میں اُسی جگہ خانقاہ کے حلقہ میں واقع ہے اور ہر سال اہتمام سے عُرس منایا جاتا ہے۔ حاجی شاہ عبداللہ صاحبؒ کے وصال کے بعد وہ جگہ خالی ہوگئی اور خانقاہ کے روایات کو جاری و ساری رکھنا بھی بے حد ضروری ہوگیا۔ چونکہ ملک کے بیشتر صوبوں میں ہمارے آبا و اجداد کا حلقہ اتنا وسیع تر تھا کہ مستقل طور پر داناپور سے کسی کا منتقل ہونا محال اَمر تھا۔ لہٰذا میرے دادا صاحبؒ نے بلسہ کے حضرت قابل قدر بزرگ حضرت سید شاہ عبدالحلیم اکبری ابوالعلائیؒ کو جو میرے پرداداؒ کے مرید تھے اجازت و خلافت عطا فرما کر الٰہ آباد کی خانقاہ کی سجادہ نشینی پر فائز کیا۔ پھر موصوف نے وہاں کی خانقاہ کو وسعت عطا فرمائی اور جلا بخشی۔ آپ بے حد خاکسار اور درویش صفت بزرگ تھے۔

اس وقت الٰہ آباد خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشیں حضرت مولانا شاہ عزیز احمد ابوالعلائی مدظلہ العالی ہیں۔ جو اس وقت بستر علالت پر ہیں۔ موصوف کی صحت و سلامتی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں۔

☆

وصال

میرے پردادا حضرت حاجی شاہ محمد اکبر ابوالعلائی کی عمر ۶۷ سال کی ہوئی علالت کا سلسلہ شروع ہوا اور اوائل رجب سے مرض میں کافی زیادتی ہوتی گئی۔ آگرہ سے روحانی نسبت کا یہ عالم تھا کہ داناپور خانقاہ میں کوئی بھی آپ کی عیادت کو آتا تو فرماتے: ''آپ نے بڑی تکلیف فرمائی جو آگرہ تشریف لائے''۔ جیسا کہ ''جذبات اکبر'' صفحہ ۲۳ سے پتہ چلتا ہے۔ آپ کا وصال ۱۴ رجب ۱۳۲۷ ہجری کو عصر کے وقت ہوا۔ غسل کے وقت آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوا آخری شعر یادگار ہے جو تکیہ کے نیچے رکھا ہوا برآمد ہوا۔ وہ یہ ہے :-

خدا کی حضور میں دل جا رہا ہے
یہ مرنا ہے اِس کا مزا آ رہا ہے
تڑپنے لگیں عاشقوں کی جو روحیں
یہ کیا نغمہ روح القدس گا رہا ہے
عدم کا مسافر بتا تا نہیں کچھ
کہاں سے یہ آیا کہاں جا رہا ہے

آپ کا مزار محلہ شاہ ٹولی داناپور درگاہ حضرت مخدوم سجاد داناپوری میں واقع ہے۔

روشن اُسی چراغ سے میرا مزار ہو ۔۔۔ عشقِ ابوتراب سے دل داغدار ہو

آپ کا عرس ہر سال بڑے اہتمام سے داناپور خانقاہ میں ۱۴ اور ۱۵ رجب کو ہوتا ہے جس میں گوشے گوشے سے عقیدت مند حضرات شریک ہوتے ہیں۔ آپ کا عرس آگرہ، الہ آباد، رانچی، جے پور، مدھیہ پردیش وغیرہ کے علاوہ پاکستان میں بھی منایا جاتا ہے۔ ہر سال اسی عرس کے موقع پر داناپور خانقاہ میں ۱۵ رجب کو صبح میں تبرکات کی زیارت ہوتی ہے۔ اس موقع پر وابستگان خانقاہ اجتماعی طور پر بڑے اچھے انداز میں منقبت پڑھتے ہیں۔ زنان خانہ میں زیارت کے وقت میری عورتیں بھی پڑھتی ہیں۔

تبرکات اور منقبت

ہمارے یہاں خانقاہ میں جو تبرکات ہیں اُن میں ایک پیراہن اور رومال جو خون آلود ہیں مشہور باکمال بزرگ اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسن منعمی ابوالعلائی کا ہے۔ آپ کی خانقاہ میتن گھاٹ پٹنہ سیٹی میں ہے۔ دورانِ مجلس اس شعر پر کیفیت طاری تھی جیسا کہ تذکرۃ الکرام کے صفحہ ۷۰۳ پر ہے :

تیغ در کفش دیدم　　خون من بہ جوش آمد

آپ کے ہر بُن مُو سے خون کے چھینٹے گرنے لگے۔ میرے پردادا کے چچا اور پیر مولانا شاہ محمد قاسم ابوالعلائی شریک مجلس تھے اُن کو یہ تبرکات عطا ہوئے تھے اور حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ کا ایک چھوٹا کلاہ مبارک بھی۔

میرے پردادا کو اُن کے سسر محترم حضرت شاہ ولایت حسینؒ سے سلسلہ نقشبندیہ کے موجد حضرت سیدنا خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کا بڑا کلاہ مبارک جس پر نادِ علیؑ لکھا ہے اور تسبیح عطا ہوا تھا۔ میرے دادا حضرت حاجی شاہ محمد محسن ابوالعلائیؒ کی لکھی ہوئی جو منقبت زیارت کے وقت پڑھی جاتی ہے وہ ناظرین کی دلچسپی کے لئے پیش ہے :-

(۱)　مکین عرش معظم جناب منعم پاک
فروغ طالع آدم جناب منعم پاک

انیس ومونسِ جانم جناب منعم پاک
حبیب روحِ روانم جناب منعم پاک

خدابرائے خودش برگزیدہ از ہمہ خلق
خلاصۂ ہمہ عالم جناب منعم پاک

چو راست سو بتو کردیم قبلۂ خود را
چرانہ بر درت افتم جناب منعم پاک

جہان و اہلِ جہاں راز ذات اُو رونق
نگیں خاتمِ عالم جنابِ منعم پاک
چو برق حُسن تو فرمود جلوہ تا بدلم
ازاں بخود نگرانم جنابِ منعم پاک
مرزۂ وِل قیامت چہ باک اے محسن
کہ ہست پُشت پناہم جنابِ منعم پاک

(۲) کمینِ بندۂ تو ما ہمہ مولٰی تُوئی مارا
گرفتہ فیض تو ہند و سمرقند و بخارا را
ز رحمت یک نظر بر حالِ زار کور چشماں کن
کہ تا بینند انوار خفی سِرِّ اِخفارا را
ز لاکن محو ایں تصویرِ بے معنی ہستیم
بہ لوحِ دل خدارا ثبت گرداں نقش اِلّا را
تو شاہِ نقش بندانِ جہانی ما گدایانیم
توئی مشکل کشا از بند مشکل وارہاں مارا
ز جامِ بادۂ الفقر فخری جُرعۂ خواہم
برائے مصطفٰے می ریز ایں کامِ دلِ مارا
مَن از بیم نگاہِ مست اُو مستم بدِہ ساقی
بخاک افگن خُم و پیمانہ و مینا و صہبا را
بہ دل داری نہاں تو الفتِ شاہِ بہاؤ الدیں
کہ محسن اندرونِ کوزہ کردی بند دریا را

☆

جدی حضرت حاجی محمد محسن ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ

میرے پردادا کے وصال کے بعد میرے دادا حضرت حاجی شاہ محمد محسن ابوالعلائی داناپوری رحمۃ اللہ علیہ داناپور خانقاہ کے مسند سجادہ پر مورخہ ۱۶؍شعبان المعظم ۱۳۲۷ ہجری کو فائز ہوئے۔ آپ کی ذات بابرکات سے سلسلہ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ مجموعہ گنج عرفان، تذکرہ بزم ابوالعلا اور مسلم شعرائے بہار وغیرہ مطبوعہ کتابوں میں آپ کی روحانی جلوہ گری اور علمی و ادبی خدمات کے تذکرے ملتے ہیں۔ آپ نے انجمن اخوان الصفا کی بنیاد ڈالی جس کے تحت مشاعرے بھی ہوا کرتے تھے اور صوبہ بہار کی مایہ ناز ہستیاں شریک ہوتی تھیں۔ حضرت نوحؔ ناروی جب بھی بہار آتے تو آپ سے ملاقات کرنے داناپور خانقاہ تشریف لایا کرتے۔ میں نے اپنے دادا رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے اور اُن کی نورانی شکل وصورت خوب یاد ہے۔ اُن کے دَور کی خانقاہ میں عرس کی وہ روحانی مجلس بھی یاد ہے۔ وہ آب و تاب اور وہ جاہ وجلال کا منظر آج بھی میری نگاہوں میں ہے۔ اپنے دَور کی باکمال بزرگ ہستیوں کی وہ مبارک نشست اور روحانی کیف وحال میری نگاہوں میں رقصاں ہے۔ آپ کا طرز معاشرت، اخلاق وعادات اور لباس وغیرہ سب کچھ ویسا ہی تھا جیسا میرے پردادا کا تھا۔ ۱۹۱۹ء میں حضرت شاہ دیوان ارزاںؒ کی خانقاہ پٹنہ میں سہ روزہ کُل ہند تاریخی مشاعرہ ہوا جس میں بہت سے مشائخ کرام کے علاوہ صوبہ اور بیرون صوبہ کے مشاہیر شعرائے کرام شریک تھے۔ سائلؔ دہلوی بھی تھے۔ ایک شب کے مشاعرہ کی صدارت داداؒ نے فرمائی تھی۔ آپ نے جو غزل پڑھی تھی اُس کے مطلع کا شعر یہ ہے :-

قیس رخصت ہوا دنیا سے تو فرہاد آیا
ایک ناشاد گیا دوسرا ناشاد آیا

تصوف اور روحانیت آپ کو وراثت میں ملی تھی۔ آپ کے شعر وسخن میں تصوف کی آمیزش اور روحانی جلوہ گری نمایاں تھی۔ محسنؔ ہی تخلص فرماتے تھے۔ کلیات

محسنؔ آپ کی دیوان یادگار ہے۔ دل چاہتا ہے کہ چند اشعار پیش کروں :-

ہماری خاک ہے وہ خاک محسنؔ
علیؑ کا نور جس میں جلوہ گر ہے

میں تو محسنؔ اسی قابل ہوں کہ بھولے وہ مجھے
فضل اس کا ہے کہ اس پر بھی اُسے یاد رہوں

انسان خودی کی مورت ہے انسان خدا کی صورت ہے
انجان جو تھا انجان رہا جو جان گیا وہ جان گیا

یہ مئے پرستوں کا میکدہ ہے یہ خانقاہ ابوالعلا ہے
کوئی قدح نوش جھومتا ہے تو کوئی بے خود پڑا ہوا ہے

فن شعر وادب میں حُسن مطلع، محاورہ اور تکرار لفظی کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ آپ کی اور پردادا کے شعر وسخن میں ان کی کافی جھلک ملتی ہیں۔ ایک شعر آپ کا پیش ہے :-

عاشق کے کبوتر کو قاصد وہ سمجھتے ہیں
کہتے ہیں سیانا ہے اُڑ جائے گا پَر باندھو

آپ کی یہ غزل مجھے بے حد پسند ہے۔ عرس کے موقع پر قوال جب گاتا ہے تو مجلس کا عجب کیف وحال ہوتا ہے۔ چند اشعار پیش کرنے کو دل چاہتا ہے :-

مرنے کی تھی سبیل جیئے جا رہا ہوں میں
ساقی پلا رہا ہے پیئے جا رہا ہوں میں

ساقی کو دل میں یاد کئے جا رہا ہوں میں — کعبے میں بھی شراب پیئے جا رہا ہوں میں
مالک کی بخششوں کا حساب وکتاب کیا — وہ دے رہا ہے اور لئے جا رہا ہوں میں
وہ بخشے یا نہ بخشے اُسے اختیار ہے — اپنا جو کام ہے وہ کئے جا رہا ہوں میں

محسنؔ حریم دل میں اُسے دیکھ دیکھ کر
اپنا طواف آپ کئے جا رہا ہوں میں

دو اشعار اور سماعت فرمائیں۔

اُے دلِ پُر سُرور مَن ناز نہ بَن نیاز بَن
ساقئی مَست ناز کی آنکھوں میں سرفراز بَن

آ یئنۂ علیؑ کو دیکھ حُسنِ محمدی کو دیکھ
کر کے فدائے جان و تن عاشقِ پاکباز بن

میرے دادا علیہ الرحمہ کے مریدین و متوسلین کا حلقہ بہار، بنگال، یو پی، بنگلہ دیش، مہاراشٹر، مدھیہ پردیش، راجستھان وغیرہ میں ہے۔ پاکستان میں بھی کثیر تعداد ہے اور تقریباً سبھی جگہوں پر عرس ہوتا ہے اور عقیدت مند خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ میرے والد ماجد اور حضرت شاہ عبدالحلیم اکبری ابوالعلائی بلسہ بہار شم الہ آباد کے علاوہ چند حضرات کو میرے دادا نے خلافت عطا فرمایا۔ آپ کا وصال مورخہ ۲۴ رمحرم الحرام ۱۳۶۴ ہجری کو بعد نماز مغرب ہوا۔ آپ کے وصال کا مبارک لمحہ مجھے آج بھی یاد ہے جو میرے لئے ایک یادگار اور ناتواں زندگی کی حسین ترین امامت ہے۔ میں اپنی اس یادداشت کو تحریری شکل دیتے ہوئے اسے ذکرِ خیر تصور کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اسے پڑھنے والے روحانی طور پر اپنے قلوب میں ایک حلاوت محسوس کریں گے۔

''خدا کی حضور میں دل جا رہا ہے
یہ مرنا ہے اس کا مزا آ رہا ہے''

واقعہ یوں ہے کہ ۲۴ رمحرم کو جب مغرب کا وقت ہونے لگا تو دادا نے مجھے پاس بلا کر حکم دیا کہ جاؤ الیاس سے کہو کہ آ کر فوراً میلاد پڑھیں۔ میں نے حکم کی تعمیل کیا اور مغرب کے فوراً بعد مجلس میلاد پاک شروع ہو گئی۔ واضح ہو کہ عم محترم حضرت شاہ محمد الیاس ابوالعلائی میرے والد بزرگوار کے اپنے ماموں زاد بھائی تھے۔ میلاد کے درمیان دادا حضرت نے مجھے پھر آواز دیا اور کہا کہ فوراً دو ٹکٹ آگرہ کے لئے لے کر آؤ۔ ایک میرے لئے اور دوسرا اپنے لئے۔ تم کو میرے ساتھ اسی وقت آگرہ چلنا ہے۔ میرا انتہائی بچپن تھا۔ بزرگ حاضرین مجھے ہاں کہنے کو اشارہ فرما رہے تھے۔ میں

نے ہاں کہتے ہوئے عرض کیا کہ دو ٹکٹ آگرہ کی لے آیا ہوں اور وہ کچھ آہستہ آہستہ پڑھتے رہے۔ کچھ ہی دیر بعد پھر بلا کر پوچھا کہ میلاد ختم ہو گئی؟ میں نے عرض کیا سلام پڑھا جا رہا ہے۔ کچھ لمحہ بعد پھر میری طلبی ہوئی اور دریافت فرمایا میلاد ختم ہوئی؟ میں نے عرض کیا کہ دعا ہو رہی ہے۔ اسی لمحہ آپ کا دستِ مبارک دعا کے لئے اُٹھا اور گھر میں رونے کی صدا بلند ہونے لگی اور میں جسم مبارک سے لپٹ گیا۔ روح پر فتوح اس عالم کا تعلق چھوڑ چکی تھی۔ تجہیز و تکفین دوسرے دن ہوئی۔ اس روحانی سماں کو یاد کر کے آج بھی میرا دل روتا ہے۔ اس نااہل اور کمتر انسان کو اپنے دادا کی خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ اُن کی دعائیں اور فیضان آج بھی شامل حال ہیں۔ آپ کا عرس ذیقعدہ کی ۱۴ تاریخ کو ہوتا ہے۔ مزار مبارک اسی محلہ میں درگاہ شریف میں واقع ہے۔ یہ سچ ہے کہ اللہ والوں کی زندگی اور موت ہمارے لئے درسِ عبرت ہے۔

زندگی موت ہے اس کے تو ہیں لاکھوں ساماں
موت جینا ہے اس کا ہی نہیں کوئی ساماں

اس جگہ یہ درج کرنا موضوع ہوگا کہ رانچی میں حضرت سید شاہ صدر الدین حیدر ابوالعلائی نے ایک خانقاہ تعمیر کرائی تھی جو خانقاہ اکبری سے موسوم ہے۔ واضح ہو کہ سید شاہ صدر الدین حیدر ابوالعلائی میرے دادا حاجی شاہ محمد محسن ابوالعلائی کے دست گرفتہ تھے اور ان کو میرے والد حاجی شاہ محمد ظفر سجاد ابوالعلائی سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ اسی خانقاہ سے متصل ایک مسجد بھی تعمیر ہوئی جو مسجدِ اکبری کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت ہر سال رجب میں میرے پردادا حضرت حاجی شاہ محمد اکبر ابوالعلائی داناپوری کا عرس نہایت اہتمام سے کیا کرتے تھے۔ ان کے وصال کے بعد ان کے جاں نثار دست گرفتہ محترم سید شاہ فضاء الرحمٰن ابوالعلائی یہ عرس انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔ موصوف سعودی عرب کے جدّہ میں رہتے ہیں اور ان کی لگن اور نسبت کا یہ عالم ہے کہ وہ سعودی عرب سے رانچی صرف عرس کو انجام دینے خود تشریف لاتے ہیں۔ اس موقع پر حضرت شاہ صدر الدین حیدر ابوالعلائی ؒ کے صاحبزادگان کے

علاوہ مریدین ومتوسلین کی کثیر تعداد شریک ہوا کرتی ہے۔ ہر سال ۲۹ر کی رویت سے ۱۴رر جب کو میرے پردادا کا عرس رانچی میں انجام دے کر فضاء الرحمٰن بھائی ۱۵رر جب کو داناپور کی خانقاہ سجادیہ ابوالعلائیہ میں ہونے والے عرس کی مجلس اور زیارت میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ ماشاء اللہ فضاء الرحمٰن بھائی بڑے صاحب کاسب اور اہل نسبت ہیں۔ تمام سلاسل، خانقاہوں اور صوفیائے کرام و بزرگانِ دین سے بے پناہ نسبت وعقیدت رکھتے ہیں۔ اسی نسبت کے تحت داناپور خانقاہ کی جدید تعمیر میں موصوف کا اہم کردار رہا ہے۔ بزرگانِ دین کے اس شکستہ آستانے کی دلکش تعمیر کرا کر انہوں نے بزرگوں اور اولیائے کرام کے ارواح کو خوش کیا ہے۔ اللہ اس کارِ خیر کو قبول فرمائے اور دونوں جہاں میں سربلندی وکامیابی عطا کرے۔ آمین!

ابی ومرشدی حضرت حاجی شاہ محمد ظفر سجاد ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ

میرے دادا کے وصال کے بعد خانقاہ سجادیہ ابوالعلائیہ داناپور کی آبائی و قدیمی سجادہ پر میرے والد ماجد حضرت حاجی سید شاہ محمد ظفر سجادؒ ۱۳۶۴ ہجری میں فائز ہوئے۔ میرے والد کا دَور بہت ایثار وقربانی، نظم وضبط اور صبر وتحمل کا گزرا ہے جسے میں اُن کی زبانی اور اُن کے دستِ مبارک سے تحریر کردہ روزنامچہ کے ذریعہ جانتا ہوں۔ بزرگان دین کی دعائیں اور اللہ کی رحمت نے ہر موڑ پر فتح ونصرت عطا کیا۔ اُن کے روزنامچہ ۱۹۲۴ء لکھا ہوا یہ جملہ میرے دل وذہن میں نقش ہے: ''کوئی بدی نہیں چھوڑتا تو میں نیکی کیسے چھوڑ دوں''۔ ایک طویل مدت تک آپ کی زندگی امتحان و آزمائش اور صبر وشکر کے ہچکولے کھاتی رہی۔ لیکن کس لئے؟ تخت وتاج، نام ونمود، آرام وآسائش اور شاہانہ زندگی کے لئے نہیں بلکہ بزرگانِ دین کی روش اور رُشد و ہدایت کے لئے۔ آخری دَور میں صحت سے مجبور ہوتے رہے لیکن ان آنکھوں نے مشاہدہ کیا ہے آپ کے کسی معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ میں نے جو سنا، دیکھا اور

پڑھا ہے اُسے ضبط تحریر کرنے کے لئے میرا دل مجبور کر رہا ہے وہ ایک سبق ہے۔ ہم تمام لوگوں اور آنے والی نسلوں کے لئے درسِ عبرت ہے ؎

''معرکے سے نہیں ہٹتا کوئی عاشق پیچھے
سر ہتھیلی پہ دھرے آگے ہی بڑھتے رہنا''

اختصار ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صرف ایک تاثر کا ہی ذکر تبرک کے طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں۔ والد ماجدؒ کے سانحہ ارتحال کے بعد ''یادِ رفتگان'' کے عنوان سے ۱۹۷۷ء کے المجیب میں صوبۂ بہار کی عظیم المرتبت اور باکمال ہستی حضرت مولانا شاہ عون احمد قادریؒ، خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف تحریر فرماتے ہیں :-

''...............شاہ صاحب ایک بے ضرر صوفی تھے ....میرے والد ماجد نے داناپور خانقاہ کو کافی استحکام بخشا اور ملک کے مختلف گوشے سلسلہ سے کافی وسیع ہوئے۔ مدھیہ پردیش کے کئی علاقے اور بہار میں ارریہ ضلع سے لے کر کشن گنج تک چہار جانب سب آپ ہی کی دین ہیں۔ مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اُڑیسہ جو آل انڈیا تبلیغ سیرت کے صدر تھے والد ماجد کے بڑے گہرے اور پُرخلوص تعلقات تھے۔ ۱۹۵۴ء میں انجمن السلامیہ ہال، پٹنہ میں سہ روزہ یادگار تبلیغی اجلاس منعقد ہوا تھا۔ جس میں بہار کے مشائخ عظام، ادیب، شاعر کے علاوہ ملک کے مشہور علمائے کرام شریک ہوئے تھے۔ جناب حیدر امام صاحب پٹنہ مارکیٹ استقبالیہ کمیٹی کے صدر اور میرے والد ماجد نائب صدر تھے۔ ایک مہینہ کے لئے والد کا قیام تاج ہوٹل، مراد پور پٹنہ میں تھا اور میں شانہ بہ شانہ رہتا تھا۔ وہ تاریخی اجلاس بہت کامیاب گزرا ہے۔ والد کے وصال کے بعد حضرت مجاہد ملت اُڑیسہ سے داناپور خانقاہ تعزیت کی غرض سے تشریف لائے اور دو دن قیام فرمایا۔ ۱۹۷۲ء میں والد ماجد نے اپنے دادا حضرت حاجی شاہ محمد اکبر ابوالعلائیؒ کی ۶۵ سالہ برسی داناپور خانقاہ میں منائی جو یادگار ہے۔ تاحیات حضرت سیدنا سرکار امیر ابوالعلاؒ کے عرس کے اہتمام اور حاضری کو ادا فرمایا اور علالت کی حالت

میں بھی آبائی روایت میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ آپ کے روزنامچہ سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۲۶ء میں آپ نے خواب میں خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو دیکھا اور سلام عرض کیا جواب ملا۔ آپ نے عرض کیا نانا جان سے میری شفاعت کرا دیجئے۔ اسی درمیان آپ نے خواب میں حج کے تمام ارکان ادا فرمایا اور روضۂ رسولؐ پر حاضری دی۔ چنانچہ ۱۹۶۳ء میں آپ حج بیت اللہ سے واپس تشریف لائے تو اس مبارک سفر کے حالات بیان فرماتے ہوئے چالیس سال قبل کے خواب کا واقعہ بھی بیان فرمایا تھا۔ میرے پردادا کی مطبوعہ دیوان ''جذبات اکبر'' میں ایک صدی قبل کی تخلیق حضرت مولا علیؑ کی شان اقدس میں منقبت کو نادعلی کے نام سے آپ نے تیسری بار اجرا فرمایا۔ تصنیف و تالیف سے والد ماجد کو گہرا ذوق تھا۔ آپ کی سب سے پہلی مطبوعہ کتاب ''تذکرۃ الابرار'' ہے جو بزرگانِ دین کے حالات سے وابستہ ہے۔ آپ کی دوسری مطبوعہ کتاب '' آئینۂ علیؑ'' ہے جو حضرات اہل بیت علیہم السلام کے مبارک حالات میں ہے۔ اس کے علاوہ پاک نسل، آلِ اطہار، حکومت بنو اُمیہ کی سفاکیاں وغیرہ کئی یادگار رسالے ہیں۔

آپ نے سلسلہ کے تمام حلقوں میں ایک نئی جان تو ڈالی ہی اور ساتھ ہی خانوادۂ ابوالعلائیہ کو بہت وسیع بھی کیا۔ مدھیہ پردیش کے کئی علاقوں میں رشد و ہدایت کی بنیاد رکھی اور سینکڑوں افراد حلقہ۔ سے وابستہ ہوئے۔ آگرہ میں حضرت سیدنا سرکار کے عرس کے اختتام کے بعد ہر سال آپ کے متوسلین کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے۔ آپ کی زندگی کا مقصد تصوف و روحانیت کی تعلیم تھا۔ ۱۹۲۴ء میں آپ پہلی بار پورنیہ ضلع کی سرزمین پر تشریف لے گئے۔ وطویل عرصہ تک آپ مجاہدانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ طرح طرح کی آزمائش اور ایثار و قربانی کے مراحل سے گزرتے رہے لیکن ہمت و حوصلہ میں فرق نہ آیا اور آخر کار حق کی فتح ہوئی اور بندگانِ خدا سلسلہ میں داخل ہوتے رہے۔ اب تو ارریہ اور کشن گنج ضلع بن گئے ہیں۔ چہار جانب آپ کے جاں نثاروں کی تعداد

میں غیر معمولی اضافہ ہوتا گیا۔ ۱۹۵۷ء میں کشن گنج ضلع کے بہادر گنج تھانہ کے تحت بشن پور حلقہ میں آپ کے ایک جاں نثار مرید شیخ الطاف حسین نے ایک بیگھ زمین آپ کے نام خانقاہ اور مسجد قائم کرنے کے لئے وقف کی اور دونوں چیزیں تعمیر ہوئیں جو آباد ہیں۔ مسجد میں پنج وقتہ نماز اور جمعہ کی جماعت ہوتی ہے۔ خانقاہ کا نام خانقاہ چشتیہ ہے۔ سالانہ عرس، فاتحہ اور جلسہ ہوتا ہے۔ عرس او. خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کا ہوتا ہے کیوں کہ یہ خانقاہ اُن کی ہی یادگار میں قائم کی گئی ہے۔ اس کے سجادہ نشیں و متوتی بھی میرے والد ماجد ہی تھے۔ ۱۹۶۳ء میں اُس کے جملہ حقوق سجادگی و تولیت آپ نے میرے سپرد کردیا۔ میں اور میرے بڑے بھائی سید المکترم حضرت شاہ محمد محفوظ اللہ ابوالعلائی شانہ بہ شانہ فرائض انجام دیتے رہے۔ اُن کے وصال کے بعد میں بے پناہ کمی محسوس کرتا رہا۔ اب میں نے وہاں کی سجادگی و تولیت اپنے چھوٹے بھتیجے عزیزم سیف اللہ ابوالعلائی کے سپرد کردیا ہے جو میرے مشورہ اور رائے سے بہت لگن، اور استحکام کے ساتھ حسن وخوبی سے کام انجام دے رہے ہیں۔ اللہ استقامت و توفیق عطا کرے تاکہ بزرگوں کی یاد سینے سے لگائے رکھیں۔

میرے والد ماجد کا وصال مورخہ یکم رجب ۱۳۹۴ ہجری مطابق ۲۲/جولائی ۱۹۷۴ء بروز دوشنبہ کو ہوا اور دوسرے دن بعد نماز ظہر تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ مشائخ عظام و علمائے کرام کے علاوہ بہت بڑے تعداد میں عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ نماز جنازہ حضرت حاجی مولانا شاہ محمد اسماعیل ابوالعلائی کاکوی ثم عالم گنج، پٹنہ نے پڑھائی۔ آپ کا عرس ملک کے مختلف صوبوں میں منایا جاتا ہے۔ مدھیہ پردیش میں میرے چھوٹے بھائی شاہ نصر سجاد ابوالعلائی کی سرکردگی میں بڑے اہتمام سے عرس و فاتحہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں آپ کے متوسلین و عقیدت مند بڑے تزک و اہتمام سے عرس کرتے ہیں اور روحانی مجلس ہوتی ہے۔ داناپور خانقاہ میں یہ عرس ۱۴/ اور ۱۵/رجب کے عرس کے ساتھ انجام پاتا ہے۔

آخر میں والد ماجد کے حالات میں ایک اہم واقعہ کے متعلق میں کچھ عرض کرنا بہت ضروری اور اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتا ہوں۔ زمانہ کروٹ بدلتا رہا لیکن بزرگانِ دین جو روشنی کے مینار ہیں اُن کی کرنیں آج بھی درخشاں ہیں اور فیضان جاری و ساری ہیں۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میرے والد ماجد ۱۹۲۴ء میں سب سے پہلی بار پورنیہ ضلع کی سرزمین پر تشریف لے گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے چھڑدادا حضرت مخدوم شاہ سجاد داناپوریؒ کے مرید و خلیفہ حضرت شاہ محمد ادریس چشتی، ساکن کوکلانواں بہار، موجودہ ضلع ارریہ میں جوکی حاٹ سے اُتر کر موضع کمہیا میں آسودہ تھے۔ وہاں آپ کا مقبرہ اور خانقاہ و مسجد تھی۔ یہ بزرگ باکمال فقیر گزرے ہیں اور اپنے دور کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ رشد و ہدایت یہاں تک ہوا۔ مجاہدہ اور تبلیغ دین میں زندگی وقف کردی۔ اُن کے دَور میں حلقہ وسیع ہوا اور مریدین، متوسلین اور عقیدت مندوں کی تعداد کثرت سے پھیلی۔ کئی مشہور خلفاء بھی ہوئے۔ داناپور خانقاہ کی حاضری پابندی سے ادا کیا۔ بزرگان دین سے نسبت، عقیدت اور محبت کا یہ عالم ہے کہ اپنی مطبوعہ کتاب مجموعہ ''گنج عرفاں'' میں لکھتے ہیں کہ ''یہ فقیر داناپور گلی کا کتا ہے اس پر نظر کرم رہنا چاہئے''۔ سچ ہے عظمت نسبت سے ہی عطا ہوتی ہے۔

سربلند دنیا میں اکبر ہے وہی　　　یار کے در پہ جو سر رگڑا کرے

آپ کی مطبوعہ کتابوں میں ''دافع المھمات'' اور ''دیوان سیر دا'' بھی ہے۔ ایسے درویش کامل کا ذکر خیر جس قدر کیا جائے کم ہے جس نے گھر بار چھوڑ کر اپنی پوری زندگی خلق اللہ اور دین کی خدمت کے لئے وقف کردی ہو۔ آج وہاں کے قُرب و جوار اور خاص طور سے کمہیا گاؤں سے نزدیک موھنیاں بستی میں علم و ادب اور تصوف و روحانیت کی والہانہ گوہرفشانی آپ کے ہی فیضان کی جلوہ گری ہے۔ علمائے کرام حضرات کا روحانی و نورانی جمگھٹ اور وابستگان تصوف کا صوفیانہ رنگ و مزاج دیکھ کر مجھے روحانی خوشی ہوتی ہے۔

ذکر خیر برادر محترم حضرت سید شاہ محمد محفوظ اللہ ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ

اپنے بڑے، بھائی سید المحترم حضرت شاہ محمد محفوظ اللہ ابوالعلائی " کا تذکرہ کرتے وقت میرے دل کی جو کیفیت ہو رہی ہے اُسے الفاظ میں لانا بہت محال ہو رہا ہے۔ میں نے اُن کا بچپن، جوانی دیکھا ہے۔ سخت گرمی اور سخت سردی کے موسم میں اُن کا لیل و نہار بھی دیکھا ہے۔ اُن کی طرز رہائش، قناعت اور صبر وشکر کا کیف وحال بھی۔ اُن کے فاتحہ چہلم کے موقع پر اسی خانقاہ داناپور میں منعقد مجلس میلاد پاک میں اپنی پُر اثر تقریر میں جس درد بھرے انداز میں ہماری قابل قدر اور محترم ذات گرامی حضرت مولانا شاہ علیم الدین بلخی، سجادہ نشیں خانقاہ فتوحہ نے اُن کو خراجِ عقیدت کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ وہ روحانی سماں آج بھی ہم سب کی آنکھوں میں ہے۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ تاحیات بالکل سادہ زندگی بسر کی۔ کبھی قیمتی لباس کی نہ تمنا کیا نہ عیش وآرام کی فکر اور نہ اچھی غذا کی خواہش۔ حالانکہ ایسی بات نہ تھی کہ تنگی یا کوئی چیز دستیاب نہ تھی۔ جیسی پوشاک یا جیسا جوتا ہو ہر حال میں مست۔ شدید گرمی میں بھی کبھی بجلی پنکھے تک کا احساس نہیں۔ چھوٹے سے اپنے حجرہ میں زمین پر ہزارہ تسبیح لئے بیٹھے ہیں۔ وہ نقشہ بھی میں نے دیکھا ہے جب کئی چلہ صرف بیسن کی روٹی پر گزرا ہے۔ سخت سردی کے موسم میں آخری شب میں وظیفہ میں نظر آرہے ہیں۔ بچپن سے کھیل کود اور لہو لعب سے دور۔ میرا اعتقاد ہے کہ وہ عملی طور پر صوفی صافی درویش صفت انسان تھے۔ اکثر و بیشتر جذب میں ٹہلتے رہتے۔ میں یہ باتیں اس لئے ضبط تحریر نہیں کر رہا ہوں کہ وہ میرے بھائی تھے بلکہ ان آنکھوں نے جس کیف و عالم میں ان کی پوری زندگی کا مشاہدہ کیا وہ لکھ رہا ہوں۔ بچپن سے تاحیات نماز اور ورد و وظائف میں کوئی فرق نہ پایا۔ اپنے پروگرام اور اصول پر پابند۔

بیماری تک کی حالت میں حضرت سیدنا سرکار امیر ابوالعلا اکبرآبادی کے عرس کے انتظام اور حاضری کے لئے پابندی سے آگرہ تشریف لے جاتے رہے۔ میرے والد ماجد کے وصال کے بعد مورخہ ۲۷؍اگست ۱۹۷۴ء کو آپ داناپور خانقاہ کے مسند سجادہ پر فائز ہوئے اور حسن وخوبی سے فرائض انجام دیتے رہے۔ اُن کا جو طریقہ کار رہا وہ مجھے بہت یاد آتا ہے اور جس انداز سے بات کرتے تھے وہ سب یاد کر کے دل کی عجب کیفیت ہوجاتی ہے۔ میرے خیال میں کسی بھی خانقاہ کے لئے آپسی تال میل، تعاون اور اخلاق مان مریادا ضروری ہے۔ آگرہ عرس میں جاتے وقت مجھ سے کھل کر بہت سی باتیں کرتے اور واپسی پر پوری روداد بیان فرماتے اور مشورے طلب کرتے۔ ہمارے یہاں خانقاہ کا عرس وفاتحہ نزدیک آتا تو اُن کے جملے یاد آتے ہیں۔ خالد بتاؤ چاند کے کس حساب سے رکھو گے؟ عرس کے ہر پروگرام میں کہتے چادر کب جائے گی؟ مجلس کیسے شروع کیا جائے؟ زیارت کا انتظام کس وقت شروع کروگے؟ ہر لمحات میں اُن کی نگاہیں مجھے دیکھتی رہتی تھیں۔ ہائے کیا کیا یاد کروں۔ کوئی فرق نہ آیا۔ الحمدللہ آج بھی ہم تمام اہل خانقاہ مع اہل وعیال تن من دھن سے آباواجداد کی روایات پر قائم ہیں۔

میرے بھائی صاحب وصال سے ایک ماہ قبل آگرہ تشریف لے گئے۔ اُن کا قیام معمول کے مطابق نئی بستی گلی نصیر خاں حجرہ میں تھا۔ ایک دن مسجد کی سیڑھی سے گر کر شدید طور پر مجروح ہو گئے۔ وہاں متوسلین ومخلصین نے فوراً ڈاکٹروں سے رجوع کیا۔ کافی کوشش کی گئی۔ اُس کے بعد اُن کو پٹنہ لایا گیا اور ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ ہر ممکن تدبیر ہوئی لیکن بے سود ثابت ہوئی۔ ہسپتال میں جو آتا وہ پہچان بھی لیتے اور کسی وقت سلام و کلام بھی کر لیتے۔ مجھ سے نام لے کر کہنے لگے کہ دیکھو مجھے وضو کے لئے کوئی پانی نہیں دے رہا ہے تم وضو کرادو عصر کی نماز پڑھنا ہے اور داناپور جانا ہے۔ رجب کا عرس قریب ہے جبکہ وہ پٹنہ میں ہیں۔ جسمانی حالت ایسی نہ تھی کہ وضو کرایا جائے۔ میں نے عرض کیا کہ تیمم کرادے رہا ہوں۔ پھر میں تیمم کرادیا اور کہا کہ لیجئے اب آپ عصر پڑھ لیجئے جب

کہ صبح کا وقت تھا۔ پھر کہا کہ چلو داناپور چلنا ہے رجب کا عرس قریب ہے۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کون جانتا تھا کہ آپ جلد ہی جُدا ہونے والے ہیں۔ ایک رات میرے منجھلے لڑکے ریحان خالد سلمہٗ سے جو شب میں اُنکے پاس تھے کہنے لگے کہ چار آدمی آرہے ہیں۔ صبح میں تم آجانا اور پھر وہی ہوا۔ مورخہ ۵رجب ۱۴۱۸ ہجری مطابق ۶نومبر ۱۹۹۷ء کو فجر کے وقت ہم سب کو سوگوار چھوڑ گئے۔ خانقاہ کے فرائض اور اس کی روایات آپسی صلاح ومشورہ وہم آہنگی کو انہوں نے بہ خوبی ادا کیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیاوی حکومت ہو۔ خانقاہ ہو یا کوئی معاشرہ ہو آپسی تال میل، مان مریاد، رواداری اور یک۔ جہتی وتعاون کے بغیر اس کو چلانا مشکل نظر آتا ہے۔ زندگی کے ہر گوشے میں نظم وضبط اور اخلاقی قدروں کی اشد ضرورت ہے۔ آپ کا مزار بھی شاہ ٹولی میں درگاہ حضرت مخدوم سجاد میں واقع ہے۔ آپکے ... وفاتحہ کو رجب کے عرس ... کے ساتھ ملا دیا گیا ہے جو داناپور خانقاہ میں ۱۴ر اور ۱۵ر تاریخ کو انجام پاتا ہے، صوبہ بہار کے مشائخ عظام وعلماء کرام کے علاوہ ملک کے مختلف گوشے سے متوسلین وعقیدت مندوں کی کافی بڑی تعداد اس موقع پر شریک ہوتی ہے۔

تذکرہ سید شاہ ابومحمد ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ

مجھے اپنے بڑے بھتیجے شاہ ابومحمد عرف المن میاں کا تذکرہ کرتے وقت اپنے پردادا کا یہ شعر یاد آرہا ہے ۔

ہنوز بزم میں ابھی آکے تو ہم بیٹھے تھے
ہوائے اجل آئی کہ زانو بھی بدلنے نہ دیا

یہ جوان صالح، نیک سیرت، ہنس مکھ اور قناعت والا خاندان میں مکھ پاتا تھا، صبر وشکر اور قناعت وسنجیدگی اُس کی علامت معلوم ہوتی تھی۔ اس کی جدائی میں آج بھی ہر دل سوگوار ہے۔ مورخہ ۷ردسمبر ۱۹۹۷ء روز اتوار کو مسند سجادہ پر فائز ہوا تھا

اور دستار سجادگی کے فرائض کی ابتدا میں نے ہی انجام دیا تھا۔ خانقاہ کے روایت و طریقہ پر کمر ا اوراد و وظائف کی شدت سے پابندی، کم سخن، سبھوں کو بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ ہر قدم پر مجھ سے صلاح و مشورہ کرنا، سبھوں سے مسکراتے ہوئے ملنا، سب یاد آتا ہے۔ اہلِ خانقاہ ہوں یا کوئی بھی ہو انسان ہونا آسان نہیں معلوم ہوتا ہے۔ مطالعہ کے درمیان میری نظر میرے پردادا کی مطبوعہ کتاب اشرف التواریخ کے واقعات پر گئی تھی۔ ایک جگہ میرے دادا کو یاد دلاتے ہیں کہ تمہارے جد نے مُراقبہ کے بعد تمہارا نام محمد محسن رکھا ہے اس نام کی شرم رکھنا۔ اسی کتاب کی پہلی جلد مطبوعہ ۱۳۲۲ ہجری کے صفحہ ۲۸۷ سے ۲۸۸ پر آپ کی یہ تحریر ہم سب کے لئے صرف سبق ہی نہیں بلکہ کوڑا سے کم نہیں ہے۔ اپنے لئے اور آنے والی نسلوں کے لئے وہ تحریر درج کرتا ہوں۔ اللہ ہم سب کو اعمال صالحہ کی نیک توفیق عطا فرمائے :-

"نور چشم محمد محسن۔ مد عمرہٗ یہ خیال نہ کرنا کہ میں ایسے بزرگ کا پوتا ہوں جو بادشاہ کے قلعہ میں نہ گیا بلکہ ایسی شان پیدا کرنا کہ جو ریا سے خالی ہو اور بادشاہوں کی صحبت سے مستغنی کردے۔ اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے کسی بندے کو بے ریا فقر عنایت فرمائے تو تمام دنیا کی بادشاہی اُس کے تحت حکم ہے۔ دیکھو حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری بے ریا درویش تھے۔ اُن کے مزار پر ہند کا بادشاہ اکبر اعظم دہلی سے اجمیر شریف تک پا پیادہ گیا اور جہانگیر، شاہ جہاں سب بادشاہ وہاں، حاضر ہوئے ہیں ۔

اے ہما پیش فقیری۔ سلطنت کیا مال ہے
بادشہ آتے ہیں پابوسِ گدا کے واسطے

محسن مد عمرہٗ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ ان بزرگوں کی

طبیعت میں کوئی درجہ بلند اپنے تقرب کا عطا فرمائے تو
اس گنہگار باپ کی نجات کے لئے دعا کرنا اور دیکھو ریا
اور نخوت سے دور رہنا''۔

اسی تاریخ کے صفحہ ۶۲۹ کی یہ تحریر ہمارے لئے سبق ہے۔تحریر فرماتے ہیں :-

''اے کریم اے رحیم پھر میں ایک عرض کرتا ہوں
جو میرے خیال میں بہت مشکل ہے تیرے سامنے
آسان سے زیادہ آسان ہے۔ جس وقت تو مجھے اپنے
جوار رحمت میں بلائے اُس سے بہت پہلے دنیا کو میری
نگاہ میں بالکل ذلیل کر دیجیو اور اپنے دیدار سے دنیا ہی
میں مجھے مشرف فرمائیو کہ وہاں کے لئے بھی میرا حق قائم
ہو جائے۔ الحمد للہ علیٰ احسانہٗ۔''

تاریخ کی روشنی میں کمترین خالد امام کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا رہتا ہے کہ خانقاہیں کن مقاصد کے حصول کے لئے وجود میں آئیں؟ خانقاہوں میں کیا ہوتا تھا کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونا چاہئے؟ شاید یہ اہم سوال انفرادی نہیں ہوگا بلکہ اجتماعی ہے۔ نہ جانے میں کیا لکھ رہا تھا اور کہاں کھو گیا ہوں۔ میں ابو محمد عرف للّن میاں کی جانشینی کا تذکرہ کر رہا تھا۔ ہائے اس انمول موتی کو صرف چار سال کا عرصہ ہی ملا اور اپنی یادیں چھوڑ گیا۔ آخر مورخہ ۵ ربیع الاول ۱۴۲۲ ہجری مطابق ۲۹ مئی ۲۰۰۱ء تمام لوگوں کو سوگوار چھوڑ گیا۔ اللہ اُس کی قبر کو ایمان و عرفان کی روشنی سے منور کرے۔ شائخ عظام و علمائے کرام کے علاوہ متوسلین و عقیدت مندوں کی کافی بڑی تعداد نماز جنازہ میں شریک تھی۔ نماز جنازہ قاہ میں ہوئی جو میں نے پڑھائی۔ دوسری جماعت بھی ہوئی جس کی امامت برادر محترم مولانا حافظ شاہ تاج الدین شمسی ابوالعلائی نے کی۔ آخری آرام گاہ اسی محلہ میں متعلقہ درگاہ شریف میں ہے۔

خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشیں

ہم تمام اہل خانقاہ اور رشتہ دار ایک ناگزیر حالات سے دوچار ہو رہے تھے۔ یہ ناتواں ضعیف خود لغزدہ اور ذہنی انتشار میں مبتلا، خانقاہ کا مفاد اور ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا آبا و اجداد کا وسیع حلقہ۔ زمانہ دراز سے سب کچھ بچا کے کب تک ذہنی و جسمانی دستگیر کر سکتا ہے۔ سارے متعلقہ افراد خوشگوار و مخلصانہ ماحول میں صلاح و مشورہ کرتے رہے۔ للّن میاں کے واحد لڑکا میزاب سلّمہٗ جو کم سن ہیں اور مدرسہ میں زیرِ تعلیم ہیں۔ اللہ خوب پروان چڑھائے اور صاحب اقبال بنائے۔ سبھوں کو ان کی تعلیم جاری رہنے کی بھی فکر دامن گیر۔ لہٰذا تمام افراد پُر خلوص طور پر اس نتیجہ پر پہنچے اور اتفاق رائے سے طے ہوا کہ تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے چھوٹے بھتیجے عزیزی سیف اللہ سلّمہٗ کو یہ اہم ذمہ داری سپرد کی جائے جو جوان صالح ہیں۔ میں نے اپنی منظوری عطا کر دی اور اپنے چھوٹے بھائی سید شاہ نصر سجاد ابوالعلائی سلّمہٗ کو حکم دیا اور اصرار کیا کہ ان کی بیعت لے لیں۔ اُن کو میں نے بہت قبل جملہ تمام سلاسل کے اجازت و خلافت عطا کیا تھا۔ چنانچہ برادرم نصر سجاد سلّمہٗ نے روایت کے تحت متعلقہ افراد کی موجودگی میں عزیزم سیف اللہ سلّمہٗ کی بیعت سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ میں لی اور میں نے جملہ تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عزیزم سیف اللہ سلّمہٗ کو تحریری طور پر عطا کیا۔ اور مورخہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۲ ہجری مطابق ۸ جولائی ۲۰۰۱ء کو خانقاہ میں للّن میاں کے فاتحہ چہلم کے موقع پر رسم دستار سجادگی ادا کی گئی جس میں صوبہ بہار کے علاوہ ملک کے مختلف گوشے سے مشائخ عظام و علمائے کرام حضرات کے ساتھ ساتھ مریدین و متوسلین اور عقیدت مند حضرات نے کافی بڑی تعداد میں شرکت کی۔ اللہ موجودہ صاحب سجادہ کو نیک توفیق عطا کرے اور صوفیائے کرام و بزرگان دین کی روش پر قائم رکھے اور خانوادہ ابوالعلائیہ کو آپسی تعاون و صلاح سے استحکام دیں۔ اپنے

اخلاص اور اخلاق حکمت عملی اور فہم و فراست سے نئی جان پیدا کریں۔

آخر میں یہ کمزور و ناتواں انسان اپنی اس کتاب یادِ دردِ دل کے تمام پڑھنے والوں، مریدین و متوسلین و احباب اور عامۃ المسلمین سے بھی مودبانہ التجا کرتا ہے کہ اس گنہگار کو اپنی دعاؤں اور نیک خواہشات میں یاد رکھیں گے کہ رب کریم خاتمہ بخیر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں عطا فرمائے۔ میں بھی اُن تمام حضرات کے لئے دعا گو ہوں۔ ساتھ ہی یہ بھی گزارش ہے کہ میری اتنی طویل تحریر یا گفتگو میں کوئی خامی یا غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی بہ تقاضائے بشریت معاف کرنے کی زحمت گوارا کریں گے۔ میں اپنی بات کو اپنے پردادا حضرت حاجی شاہ محمد اکبر ابوالعلائی داناپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس مبارک کلام پر تمام کرتا ہوں :-

ہے عیب سے کون سا سُخنداں خالی ‏ ‏ ‏ کانٹوں سے نہیں کوئی گلستاں خالی
اکبر ہے بھول چوک اپنا زیور ‏ ‏ ‏ ممکن ہے کہ ہو خطا سے انساں خالی

محتاج دعاء

خاکسار

خالد امام ابوالعلائی

متولی

خانقاہ سجادیہ ابوالعلائیہ

محلہ شاہ ٹولی، داناپور کینٹ، پٹنہ

مورخہ یکم رجب ۱۴۲۵ ہجری

مطابق ۱۸ راگست ۲۰۰۴ء